جامعہ مدنیہ (جدید) کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانیٔ جامعہ مدنیہ

جنوری
سنہ ۲۰۰۱ء

شوال المکرم
سنہ ۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۹   شوال المکرم ۱۴۲۱ھ ـ جنوری ۲۰۰۱ء   شمارہ : ۱

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ
لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۲ روپے ـــــــ سالانہ	۱۳۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ـــــــ	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ـــــــ	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ ـــــــ	۱۶ ڈالر
برطانیہ ـــــــ	۲۰ ڈالر

◯ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ـــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ـــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ: ۵۴۰۰۰   فون : ۷۷۵۰۰۲

فون / فیکس نمبر : ۹۲-۴۲-۷۷۲۶۷۰۲

E-mail: jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سید رشید میاں طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ"، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ———— ۳

درسِ حدیث ———— حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ———— ۹

موجودہ معاشرہ ایک نظر میں ———— مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ———— ۱۵

خاموش ہوگیا ہے چمن بولتا ہُوا ———— پروفیسر میاں محمدؐ افضل ———— ۲۵

کفایت المفتی کے مرتب و جامع ———— مولانا قاری شریف احمد ———— ۳۹

مسقط خطرناک سازشوں کی زد میں ———— ۴۸

حاصل مطالعہ ———— مولانا نعیم الدّین ———— ۵۵

تبصرہ ———— ۶۱

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

۲۲ رمضان المبارک کو اقوامِ متّحدہ کی نام نہاد سلامتی کونسل نے مشہور مجاہد اسامہ بن لادن کو امریکی درندوں کے حوالہ نہ کرنے کے جرم میں امارتِ اسلامیہ افغانستان پر مزید اقتصادی پابندیاں لگانے کا فیصلہ کیا ہے اسی کے ساتھ عسکری ساز و سامان کی ترسیل پر بھی مکمّل پابندی لگائی گئی ہے جبکہ صرف پانچ فیصد رقبہ پر قابض طالبان مخالف باغیوں پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی جا رہی ہے بلکہ رُوس، امریکہ اور ان کے کافر اتحادی طالبان کے مخالف ان باغیوں کی بھرپُور مدد کر رہے ہیں اور ان کو مالی مدد کے ساتھ ساتھ جدید جنگی ساز و سامان تسلسل کے ساتھ فراہم کیا جا رہا ہے۔ جبکہ ہر طرح کی انسانی ہمدردی کے مستحق رُوس کے ہاتھوں تباہ حال اور قحط سالی کے شکار طالبان اور افغانی عوام پر مجاہد اسامہ بن لادن کو اپنے ہاں مہمان رکھنے کے جُرم میں سخت ترین اقتصادی پابندی لگا کر انسانیت کا خُون کیا جا رہا ہے۔

دراصل امارتِ اسلامیہ افغانستان پہ پابندیاں اس لیے لگائی جا رہی ہیں کہ طالبان نے جہاد کے ذریعہ اسلام کا جھنڈا بلند کیا جس کے نتیجہ میں پُوری اُمّت مسلمہ میں بیداری اور جذبہ جہاد پیدا ہونا شروع ہُوا ہے اور جب جہاد کا عمل شروع ہوتا ہے تو کُفر خود بخود مغلوب ہو جاتا ہے کیونکہ جہاد کُفر کی سرکشی کو لگام دیتا ہے۔ نتیجتاً کُفر ذلیل ہو جاتا ہے اور اسلام کو عزّت نصیب ہوتی ہے لٰہذا طالبان کے ہاتھوں کُفّار اور اُن کے دوستوں کی شکست صلیبی اور صیہونیت کی بُنیاد پر قائم ہونے والے ادارے اقوامِ متّحدہ کو کب گوارا ہو سکتی ہے۔ امارتِ اسلامیہ

افغانستان پر پابندیوں کی اصل وجہ اسلام دُشمنی اور تعصب ہے۔ اسامہ بن لادن کو صرف ایک بہانہ بنایا جا رہا ہے اگر بالفرض اسامہ کو امریکہ یا اس کے دوست سعودی عرب کے حوالہ کر بھی دیا جائے تب بھی متعصب اقوامِ متّحدہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے خلاف اپنی کارروائیاں بند نہیں کرے گا بلکہ کسی نہ کسی بہانے ان میں مزید اضافہ ہی ہوگا۔ یہاں تک کہ طالبان کُفر کے مقابلہ سے دستبردار ہوجائیں ــــ قرآن پاک میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے

ولن ترضی عنك الیهود ولن النصاریٰ حتی تتبع ملتهم

ترجمہ: یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز خوش نہ ہوں گے الّا یہ کہ آپ اُن کے دین کی پیروی کریں۔

اقوامِ متّحدہ اور اس جیسے متعصب اور سازشی ادارے قائم کرنا اور انسانیت کی آڑ میں اسلام کے خلاف سازشیں کرنا کُفر کی پُرانی عادت رہی ہے مکّہ مکرّمہ میں جب نبی علیہ السّلام نے دین کی دعوت دی تو مظلوم اور بے آسرا لوگ آپ کی طرف لپکے تو کُفر کے سرداروں کو اپنی سرداری ڈولتی محسوس ہُوئی۔ دھونس اور چودہراہٹ کو سہارا دینے کے لیے سردارانِ قریش نے "دار الندوۃ" میں قبائل متّحدہ کا اجلاس طلب کیا۔ (آج کی زبان میں اس کو قومی کونسل یا سلامتی کونسل کہا جاتا ہے) اور مستقبل کی تاریکیوں اور اندیشوں سے حواس باختہ کونسل نے حق کے خلاف اپنا فیصلہ بالآخر صادر کر ہی دیا مناسب ہوگا کہ جدِّ امجد حضرت مولانا سیّد محمّد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے اس کی روداد ملاحظہ فرمائیں۔

شعب ابی طالب میں پناہ
قریش کی طرف سے قومی بائیکاٹ

پے در پے ناکامیوں نے قریش کو اور زیادہ مشتعل کر دیا۔ کھلم کھلا قتل کرنے میں قبائلی جنگ چھڑ جانے کا خطرہ تھا لیکن خفیہ طور پر قتل کرنے میں پہلے ثبوت کی ضرورت تھی جس کا مہیّا کرنا بنو ہاشم کے لیے تقریباً ناممکن تھا۔ چنانچہ خفیہ طور پر جانِ جہاں محمد رسُول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جان لینے کی سازش ہونے لگی۔ خواجہ ابوطالب کے چوکنّے دماغ نے اس کو بھانپا۔ اُنہیں صرف محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے متعلّق ہی نہیں بلکہ خاندانِ ہاشم کے اور

لوگوں کے متعلق بھی خطرہ ہُوا، مثلاً خواجہ ابوطالب کے بڑے صاحبزادے حضرت جعفر رضؓ اگرچہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے لیکن چھوٹے صاحبزادے حضرت "علیؓ" یہیں تھے جو ہردم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ خواجہ ابوطالب نے خاندان کے لوگوں سے مشورہ کیا اور طے یہ کیا کہ شہر کے خطرناک ماحول سے نکل کر کسی محفوظ مقام پر پناہ لی جائے۔

پہاڑیوں کے بیچ میں ایک مقام "خیف بنی کنانہ" تھا۔ یہ بنو ہاشم کا موروثی رقبہ تھا۔ طے یہ ہُوا کہ وہاں جا کر قیام کیا جائے۔ چنانچہ پُورا خاندان (جس کے بہت سے افراد ابھی مُسلمان بھی نہیں ہُوئے تھے) اس مقام پر چلا گیا جس کا دوسرا نام شعب ابی طالب تھا۔ صرف ابولہب اور اُس کا گھرانا مکّہ میں رہ گیا جو اپنے خاندان کے خلاف قریش کا سرگرم حامی تھا۔ ابوطالب یہاں پہنچ کر بھی اپنے بھتیجے کی نگرانی راتوں کو کیا کرتے تھے۔ اُن کے سونے کی جگہ بھی بدلتے رہتے تھے۔

قریش کے سرداروں نے اس کا جواب یہ دیا کہ تمام مخالف گروہوں کو مِلا کر اُن سب کا مقاطعہ کر دیا جو خواجہ ابوطالب کے ساتھ اس گھاٹی میں پناہ گزیں ہُوئے تھے۔ قریش کے ساتھ قبیلہ بنی کنانہ بھی اس معاہدہ میں شریک ہُوا[1]۔ مقاطعہ صرف رشتے ناتے کا نہیں تھا، بلکہ کھانے پینے کی چیزیں بھی بند کر دیں۔ ایک عہد نامہ لکھا گیا کہ ان کے ساتھ نہ نکاح بیاہ کیا جائے گا نہ خرید و فروخت اور کوشش کی جائے گی کہ مکّہ سے باہر بھی کہیں سے یہ لوگ کچھ نہ خرید سکیں۔ بیوپاریوں کو آمادہ کیا گیا کہ مکّہ کے راستوں کی نگرانی رکھیں اور باہر سے آنے والی جنس کو مکّہ میں پہنچنے سے پہلے ہی خرید لیا کریں۔

سردارانِ قریش کے اس معاہدہ پر دستخط ہُوئے اور یہ عہد نامہ قومی حفاظت خانہ (خانہ کعبہ کے خزانہ) میں محفوظ کر دیا گیا۔[2]

نبوّت کے ساتویں سال محرم کی پہلی تاریخ سے یہ مقاطعہ شروع ہُوا تھا[3] جو تقریباً تین سال تک رہا۔ اس عرصہ میں درختوں کے پتے اور جڑیں کھا کر زندگی گزارنی

---

[1] بخاری شریف ص ۴۳۰ [2] البدایہ والنہایہ بحوالہ موسیٰ بن عقبہ عن الزہری ج ۳ ص ۳۸۴ [3] ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۰

پڑی۔ بچے بلبلاتے تھے۔ مگر اُن کو دُودھ میسّر نہیں آتا تھا۔ بکریاں ختم ہو گئی تھیں اور پے در پے فاقوں سے ماؤں کے دُودھ خشک ہو گئے تھے، حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما جیسے رفقاء اگرچہ بنو ہاشم نہیں تھے مگر وہ اُن کے ساتھ تھے تو مقاطعہ ان سے بھی اتنا ہی سخت تھا۔[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو سوکھا چمڑا ہاتھ آگیا۔ مَیں نے اس کو پانی سے دھویا۔ پھر آگ پر بھونا اور پانی ملاکر کھایا۔[2]

مکّہ میں جو رشتہ دار تھے اُن میں وہ بھی تھے۔ جن کو اس حالت پر ترس آتا تھا مگر پابندیاں ایسی سخت تھیں کہ کوئی کچھ امداد نہیں کر سکتا تھا

اس معاہدہ کی کوئی مُدّت نہیں تھی۔ اس کی انتہاء یہ تھی کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کے لیے حوالہ کر دیں۔[3]

تین سال پُورے ہونے لگے تو یک طرفہ متواتر ظلم وستم نے کچھ اہلِ قرابت کے دلوں میں نرمی پیدا کی اور یہ بحث شروع ہُوئی کہ معاہدہ کی پابندی کب تک کی جائے لیکن پلّہ اُن کا بھاری تھا جن کے سینوں میں دلوں کی جگہ پتّھر بھرے ہُوئے تھے۔ دفعتًہ ایک قدرتی حل سامنے آگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا ابوطالب کو خبر دی کہ کیڑوں نے معاہدہ کے تمام حرف چاٹ لیے ہیں۔ صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ خواجہ ابوطالب نے یہ الہامی خبر سُنی تو قریش کے سرداروں کے پاس پہنچے کہ آج ہمارا تمہارا معاملہ طے ہے۔ محمدؐ نے یہ خبر دی ہے اگر یہ خبر جھوٹی ہے تو مَیں تمہارے ساتھ ہوں اور اگر سچّی ہے تو جب معاہدہ ہی نہیں رہا تو اس کی پابندی کیسی۔

سردارانِ قریش نے یہ فیصلہ منظور کیا۔ اُن کو یقین تھا کہ جیت ہماری ہو گی۔

---

[1] سیرۃ ابن اسحاق بحوالہ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص۱ [2] روض الانف بحوالہ سیرۃ النبیؐ ج ۱

[3] موسٰی بن عقبہ بحوالہ زہری۔ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۸۴

مگر جب خزانہ کھول کر دستاویز نکالی گئی تو دیکھا "الصادق الامین" کی خبر حرف بحرف صحیح ہے۔ سنگدلوں کے پیشواؤں نے پھر بھی یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ محمدؐ کا جادو ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر اب وہ اپنے اصرار میں کامیاب نہ ہوسکے اور مجبورًا تسلیم کرنا پڑا کہ معاہدہ ختم ہوگیا۔ اس قدرتی کرشمہ کے بعد ایسی فضا ہوگئی کہ بنو ہاشم شعب سے نکل کر مکہ میں آگئے۔[1]

خدائی دستور رہا ہے کہ جو بھی نبیوں کے راستہ پر چلا اس کو ویسی ہی مشکلات اور اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا جن سے انبیاء علیہم السّلام دوچار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دستور کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لَتُبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذًی کثیرًا وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور (سورہ آل عمران رکوع ۱۵)

ترجمہ: ایسا ضرور ہوتا ہے کہ تم جان و مال کی آزمائشوں میں ڈالے جاؤ۔ یہ بھی ضرور ہوتا ہے کہ اہلِ کتاب اور مُشرکین سے تمہیں دکھ پہنچانے والی باتیں بہت کچھ سُننی پڑیں اگر صبر و ضبط سے کام لیتے رہے اور تقوے کا شیوہ اختیار کرتے رہے تو یہ ہوں گے وہ کام جن کو (بڑی ہمّت و حوصلہ اور) عزیمت کے کام کہا جاتا ہے۔

اب اس نازک موقعہ پر اگر طالبان نے صبر و استقلال سے کام لیا اور پاکستان کے عوام اور حکمرانوں نے بلاخوف و خطر حق کا ساتھ دیا تو انشاء اللہ وہ وقت دُور نہیں ہے کہ جب طالبان اور اُن کا ساتھ دینے والے مجاہدین کے لیے خُدائی امداد کی وہ سعید گھڑی بھی آجائے جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السّلام اور اُن کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے بار بار آتی رہی ہے اس نیک ساعت کی تفصیل قرآن کی زبانی سُنیئے۔

اذ یوحی ربك الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا سأُلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب۔ فاضربوا فوق الاعناق۔ واضربوا منھم کل بنان ذلك بانھم شاقوا اللہ ورسولہ ۔ ومن یشاقق اللہ ورسولہ

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۳ ص۹٦

فان اللہ شدید العقاب - ذٰلکم فذوقوہ وان للکافرین عذاب النار

(انفال رکوع ۲)

ترجمہ: یہ وہ وقت تھا کہ تیرے رَب نے فرشتوں پر وحی کی تھی مَیں تمہارے ساتھ ہوں پس مومنوں کو جمائے رکھو (ابھی ابھی) ایسا ہوگا کہ مَیں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا (سو مسلمانو) ان کی گردنوں پر ضرب لگاؤ ان کے ہاتھ پاؤں کی ایک ایک انگلی پہ ضرب لگاؤ (تمہیں پُوری طرح قابُو حاصل ہوگا) یہ اسی بناء پر کہ ان کافروں نے اللہ اور اس کے رسول کی سخت سے سخت مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو (یاد رکھو) اللہ کی سزا سخت ہوتی ہے (حق کے دُشمنوں) یہ ہے سزا تمہاری۔ اس کو چکھو اور (سمجھ لو) کہ منکرینِ حق کو آتشی دوزخ کا عذاب بھی ملنے والا ہے۔[1]

قرآن کی یہ رودادِ حق کے مقابل اس وقت کے "قبائلِ متّحدہ" کے انجام کے بارے میں ہے جو روداد کے ساتھ ساتھ خُدائی اُصول بھی ہے جو آج کے متعصب بے لگام "اقوامِ متّحدہ" کے لیے تازیانہ ہے جو اُن پہ پڑنے کے لیے سونتا جا چکا ہے۔ مادی قوّت پہ انحصار کرنے والوں کا ہمیشہ یہی طرزِ عمل رہا ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے۔

ام یقولون نحن جمیع منتصر کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت ہیں کہ ہم غالب ہی رہیں گے (مگر یہ فریبِ نفس ہے) مگر اللہ کا فیصلہ یہ ہے سیھزم الجمع ویولّون الدّبر عنقریب شکست کھائے گی (ان کی) جماعت اور بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر۔ (سورہ قمر رکوع ۱)

خُدا کا شکر ہے کہ کفار کی پابندیوں کے جواب میں طالبان قیادت کا ردِّ عمل بہت دلیرانہ اور باوقار ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مدد فرمائے پاکستان کے عوام اور حکمرانوں کو بھی جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت عطا فرمائے اور پُوری اُمّتِ مسلمہ میں اللہ تعالیٰ ایمانی غیرت بیدار فرمائے تاکہ اللہ کا دین سر بلند ہو اور کُفر سرنگیں ہو۔ اللّٰھم انصر من نصر دین محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم ولا تجعلنا معھم۔

---

[1] قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ کی سیرتِ مُبارکہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرا

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بمقابلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سرداری کی بشارت اور اس کی وجہ

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۳۰، سائیڈ اے، ۸۴-۲-۳

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد! ایک صحابی ہیں حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو منبر پر تشریف فرما دیکھا اور یہ دیکھا کہ حضرت حسنؓ ایک طرف آپ کے پہلو میں ہیں کبھی تو آپ اپنا رُخ کرتے ہیں لوگوں کی طرف اور کبھی رُخ کرتے ہیں حضرت حسنؓ کی طرف۔

حضرتِ حسنؓ اور بشارت

اتنے میں آپ نے یہ فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مُسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دیں گے۔ شاید کہ صُلح کرا دیں۔ اللہ اور اس کے کلام میں شاید (لعل) کا لفظ جو ہوتا ہے وہ شک کے معنی کے لیے نہیں ہوتا بلکہ (بعض اوقات صرف) استعمال میں آتا ہے مُراد یہ ہوتی ہے کہ ایسے ہوگا۔ پھر جب وہ دَور آیا تو واقعتاً اسی طرح سے ہُوا۔

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، بڑے بہادر ہیں طائف کی لڑائی میں اور دوسری جگہوں پہ بھی تن تنہا اُنھوں نے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔

مُسلمان سے جنگ نہ کرنے کی نصیحت

لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو ایک نصیحت فرمائی تھی کہ کبھی کسی مُسلمان سے جنگ نہ کرنا اُس پر ہتھیار نہ اُٹھانا تو اُس کا اثر یہ ہُوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اُنھوں نے کبھی کسی طرف سے بھی حصّہ نہیں لیا اور جہاں تک ہوسکا جنگ میں شامل ہونے سے روکتے رہے۔

نصیحت پر عمل

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں آئے تو میرا ارادہ ہُوا کہ مَیں ساتھ شامل ہوجاؤں اسی طرح ایک اور بھی تابعی ہیں اُنھوں نے بھی یہی کہا کہ میرا ارادہ

تھا کہ مَیں شامل ہو جاؤں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور اُن میں سے ایک نے کہا بھی تھا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ابنِ عم یعنی چچازاد بھائی کی مدد کرنی چاہتا ہُوں اس لیے مَیں جا رہا ہوں انھوں نے جاتے جاتے ان کو روک دیا اور انھوں نے کہا کہ نہیں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے یہ سُنا ہے کہ اذا التقا المسلمان بسیفیھما اگر دو مُسلمان آپس میں اپنی تلواروں سے لڑنا شروع کر دیں تو فالقاتل والمقتول فی النار دونوں جہنّم میں جائیں گے اس واسطے میں کسی طرف سے بھی شامل نہیں ہونا یہ روکتے رہے قلباً مؤید تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اُن کی تائید کی ہے نماز پڑھی ہے اُن کے پیچھے تو بہت خوش ہُوئے۔

ایک دفعہ ایسے ہُوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم مت لڑائی میں حصّہ لینا کبھی بھی یعنی مُسلمانوں کی جنگ میں تو اُنھوں نے دریافت کیا کہ اگر کوئی آدمی میرے اُوپر چڑھ کر ہی آجائے تو پھر کیا کریں تو پھر بھی آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ حدیث سُنی ہوئی تھی اُس دَور کی۔ اَب دَور آیا یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے بصرہ پر قبضہ کر لیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر سمیت آئے تو اِس دَور میں اِن سے پُوچھا گیا کہ اگر آپ کے پاس ہی کوئی آجائے چڑھ کر تو؟ تو کہنے لگے کہ اگر کوئی آگیا میرے پاس تو بھی[1] مابَھَشْتُ بقصبۃٍ

مَیں تو بانس کی جو چھڑی ہوتی ہے یا لکڑی وہ بھی حرکت میں نہیں لاؤں گا۔ یعنی وہ اگر مجھے مارجائیں تو مارجائیں کیونکہ منع کر دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے۔ مَیں بالکل حصّہ نہیں لُوں گا۔ وہ مارتا ہے تو مارجاتے ظلم کا گُناہ اُس کے سر ہوگا۔ یہ اُن کے ذہن مُبارک میں تھا اور اس کی وجہ ارشادات تھے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائے تھے۔ ان ارشادات کی وجہ سے ایسے واقعات صحابہ کے ملتے ہیں مگر کم بہت کم چند صحابہ کرام تھے جنھوں نے عذر کیا اور یہ وجہ بھی بتائی انہی میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ جو گھر کے آدمی تھے پلے وہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس رہے۔

خادمۂ اہلِ بیت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ خادمہ تھیں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی جو زوجۂ محترمہ تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تو حضرت حسن کی والدہ تو کام کرتی ہوتی تھیں۔

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۹

حضرت اسامہؓ غلام کے بیٹے اور زوجہ محترمہ، وضاحت کی وجہ

اور یہ بالکل چھوٹے تھے تو حضرت ام سلمہؓ انہیں بہلانے کے لیے اُن کے مُنہ میں اپنا پستان دے دیتی تھیں لکھتے ہیں کہ اُن کی زبان میں فصاحت، بلاغت اور جو تاثیر تھی وہ اس کی برکات تھیں جو اُن کو دُودھ کے ساتھ ملیں حضرت حسن بصری وہیں پلے بڑھے۔ مدینہ منوّرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اُن کا بے حد تعلق بنتا تھا بہت زیادہ یعنی یہ شجرات جو ہیں چشتیہ ہے، قادریہ ہے، سہروردیہ ہے اور نقشبندیہ ہے جو مسلسل شجرہ ہے وہ اسی سند سے ہے۔

حضرت حسن بصریؒ حضرت علیؓ ہی کو حق پر سمجھتے تھے مگر لڑائی سے الگ رہے

حضرت حسن بصری اور علی رضی اللہ عنہ مدینہ منوّرہ میں ساتھ رہے اور تقریباً چودہ پندرہ سال کے ہوں گے کم از کم جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدینہ منوّرہ سے روانگی ہُوئی۔ پھر یہ بھی آئے بصرہ میں تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو روکا حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے اور یہ رُک گئے۔ یہ نہیں کہ کسی اور طرف تھے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے بلکہ یہ کہ وجہ یہ تھی کہ مُسلمانوں کی جنگ میں جتنا بھی کم سے کم ہو سکے شرکت کی جائے، زیادہ نہ کریں یہ نکتہ نظر تھا اس حدیث شریف میں حضرت ابو بکرہؓ یہ واقعہ نقل فرما رہے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حسنؓ کی طرف اور ایک دفعہ مجمع کی طرف جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم دیکھتے ہیں اور یہ فرمایا ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین دو بڑی جماعتوں میں شاید اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے صلح کرا دے۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ خلیفہ بنے ان کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی اور کہتے ہیں کہ لوگ ان کے زیادہ مطیع تھے بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے۔

عظیم لشکر کی روانگی اور بالآخر صلح

یہ لے کر چلے ہیں لشکر، بمقابلہ حضرت معاویہؓ، بمقابلہ اہل شام بخاری شریف میں آتا ہے کہ جب یہ پہنچے ہیں اس جگہ کہ جہاں لشکر قریب پہنچے ان کے لشکروں کے تو حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جائیں جائزہ لیں دیکھیں کیسا لشکر

۱؎ بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۸

ہے ؟ کتنا بڑا ہے ؟ کتنی قوّت اس پر صرف ہوگی ؟ رائے قائم کریں میدانِ جنگ کے بارے میں نقشہ جنگ وغیرہ بنانے کے لیے تو آکر اُنھوں نے رپورٹ دی کہ انّی لا رٰی کتائبَ لا تولّی حتی تقتل اقرانھم اتنے بڑے بڑے جتھے[1] اُن کے ساتھ ہیں لشکروں کے کہ اُن کو پیچھے دھکیلا نہیں جا سکتا حتّٰی[2] کہ یہ اتنے ہی آدمیوں کو مار دیں گے جتنے یہ خود ہیں پھر جاکر بڑی مشکل سے شکست ہوئی اُن کو اور بہت بڑی تعداد ہے۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوچا اور اُنھوں نے کہا کہ دیکھو میرا خیال یہ ہے کہ لڑائی نہیں ہونی چاہیے کسی نہ کسی طرح صلح کرنی چاہیے تو حضرت عمر ابن عاص رضی اللہ عنہ نے رائے دی، اشارہ یہی دیا کہ فتح ہماری ہوجائے گی۔

رائے کی ایک وجہ عسکری اعتبار سے

اور اس کی وجہ بھی سمجھ میں آتی تھی کہ یہ (حضرت حسنؓ) عراق میں اپنے ملک کی آخری سرحد تک گئے تھے۔ سپلائی لائن اُن کی دُور ہوجاتی ہے اُن کی (حضرت معاویہؓ کی) قریب تھی اور مدد بھی لوگوں کی آسکتی ہے۔ تو نقشۂ جنگ اگر لڑائی ہوتی تو یہ ہوتا اِنھیں (حضرت عمرو بن عاصؓ کو) اندازہ تھا کہ ہمارے لوگ کسی نہ کسی طرح سے آخر کار غالب آجائیں گے۔ لڑائی اگر لمبی ہوگئی تو بھی غالب آجائیں گے لمبی ہونے میں تو بہت ہی فائدہ ہے کیونکہ پھر تو جو لشکر باہر سے حملہ آور ہو رہا ہو وہ شکست کھا جائے گا واپس چلا جائے گا تو اُنھوں نے جاکر یہ باتیں کیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی مخالفت کی اور کہا کہ صلح ہونی چاہیے جس طرح بھی ہوسکے انھوں نے کہا کہ نہیں فتح ہماری ہوجائے گی۔

لڑائی سے گریز کی حکمت، معاشی مسائل پیش نظر

تو انھوں نے کہا کہ دیکھو ان قتل ھٰؤلاء ھٰؤلاء وھؤلاء ھؤلاء اگر انھوں نے انھیں مار دیا تو من لی بضیعتھم من لی بنسائھم یہ جو کے بچّے ہوں گے ان کی کون تربیت کرے گا ؟ کون دیکھ بھال کرے گا ؟ اگر اتنے آدمی مارے گئے اور جو اِن کی عورتیں ہوں گی اُن کی کون دیکھ بھال کرے گا ؟ کون انھیں سنبھالے گا ؟ یہ تو بہت مشکل کام ہے یہ ہم نہیں کرسکتے لہٰذا کوئی جائے وہاں اور گفتگو کرے۔

حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرتِ حسنؓ سے صلح کی بات چیت کیلیے پُرانے صحابہ نہ تھے بلکہ بعد کے فاتحین صحابہ تھے

ان سے گفتگو کے لیے جو تیّار ہوتے نامور لوگ تھے قریش[3] کے وہ بہت پُرانے صحابہ کرام میں سے تو نہیں تھے وہ

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳ [2] بخاری ج ۱ ص ۳۷۳ [3] یہ دو حضرات تھے حضرت عبدالرحمان بن سمرۃ القرشی اور عبداللہ بن عامر القرشی من بنی عبدالشمس

لوگ یعنی اہلِ بیت میں سے ہوں یا عشرہ مبشرہ میں سے کوئی ہوں یہ تو نہیں بلکہ ہُوا یہ کہ جو جنرل رہ چکے تھے بعد کے دَور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دَور میں اور کچھ ان کے پہلے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں جنھوں نے بڑی فتوحات کی تھیں بہت جہاد کیے تھے اور وہ اپنی لڑائیوں میں بڑے کامیاب رہے تھے۔ ان کے اثرات بڑھ گئے تھے بہت زیادہ، ان لوگوں میں سے ہونے چاہییے تو ایسے لوگوں کا اُنھوں نے انتخاب کیا اور کہا کہ جائیں گفتگو کریں وہ لوگ آئے اور ان سے گفتگو کی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اطمینان نہیں ہُوا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کا ضامن ہو سکے کہ جو گفتگو کی جا رہی ہے جو معاہدہ کیا جا رہا ہے اس پر پُورے رہیں گے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو پھر اُنھوں نے کہا (جو قبیلے کے بڑے لوگ تھے) کہ ہم اس کے ذمّہ دار ہیں گفتگو چلتی رہی حتّٰی کہ صلح مکمّل ہوگئی۔

ایک خاص نکتہ ، نبی علیہ السّلام نے حضرت حسن رضؓ کی تعریف فرمائی حضرت معاویہ کی نہ فرمائی	

دیکھنے کی بات یہ ہے اصل میں بہت بڑی کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تعریف حضرت حسن رضؓ کی فرمائی ہے اور حضرت معاویہ رضؓ کی نہیں کی جبکہ آپ کو پتہ تھا کہ یہ ہونے والا ہے اس طرح سے تو دوسرے آدمی کی بھی آپ تعریف کر سکتے تھے نام لیے بغیر کہ جو اُن کے مقابل ہوگا اس کا یہ اجر ہے یا یہ درجہ ہے اُن کے بجائے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تعریف حضرت حسن رضؓ ہی کی ہے تو اس کی ایک وجہ معاملہ کا فرق ہے ——— حضرت معاویہ رضؓ اور حضرت حسن رضؓ کے معاملہ کا فرق ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح تو جاری رکھی مگر یہ نہیں چاہا اور اس پر کبھی راضی نہیں ہُوئے کہ وہ اپنی حکومت چھوڑ دیں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دَور میں اور نہ آج جب اُس دَور میں راضی نہیں تھے تو اَب کیسے راضی ہوتے حکومت چھوڑنے پر اور حکومت جب کسی کے ہاتھ میں آجائے تو وہ نہیں چھوڑنی چاہتا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ کارنامہ بہت بڑا انجام دیا کہ اُنھوں نے اپنا حق چھوڑ ہی دیا بالکل اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے کہ اِن کے بعد پھر اگر زندگی رہی تو پھر میں ہو جاؤں گا یعنی ٹکراؤ نہیں رہا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی پیش کش تو کی ہے لیکن یہ پیش کش نہیں کی کہ اگر آپ کسی طرح نہ مانیں تو مَیں دستبردار ہونے کے لیے تیار ہوں۔ اپنی خلافت کے دعوے سے یا گورنری سے جو بھی چیز تھی دونوں میں سے کسی کو چھوڑنے کے لیے تیّار نہیں تھے اور اِنھوں نے کیا ہے یہ اس بنا پر بہت بڑا کام اور بہت بڑا درجہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بنتا ہے انھوں نے اپنا حق ہی چھوڑ دیا اور صرف کچھ چیزیںؑ طے کیں کہ جو اپنے خرچ کے لیے اور اپنے لوگوں کے لیے جو بہت

ؑ بخاری ج ۱ صـ۳۷۳

بڑے بڑے مصارف جو اُن کے ذمّے تھے کہ اتنا وظیفہ اور اتنے علاقہ کی آمدنی جو ہے وہ مَیں لیتا رہوں گا۔

جمع کرنے یا اپنی ذات پر خرچ مقصد نہیں تھا

جمع کرنے کے لیے نہیں تھی اور نہ اس لیے تھی کہ وہ اتنا پیسہ اپنے اُوپر خرچ کیا کرتے تھے بلکہ جب ایک آدمی پُوری حکومت کر رہا ہو تو اس کے متعلقین کی اس پر اسی قدر ذمّہ داریاں، تعلقات اور واجبات بڑھ جاتے ہیں کہ اس کو خرچ کی بہت زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ اس بنا پر ان سے جو کچھ بھی ہو سکا جتنا ضروری لگتا تھا اُتنی اُنھوں نے شرطیں لگائیں۔ کچھ ایسے علاقے تھے جہاں جب جہاد ہو رہا تھا اس جہاد کی فتوحات میں یہ بھی شامل تھے وہ ادھر ایران کی طرف کے علاقے بنتے ہیں اُس علاقے کی آمدنی کے بارے میں بھی فرمایا کہ کہ وہ بھی میرے پاس رہے گی اس طرح سے ان حضرات میں صُلح ہوگئی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو تعریف فرمائی تھی وہ دُرست تھی جو پُوری ہُوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں ان حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عَظِیم مرکز
نفیس بُک بائنڈرز
NBB
ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے
نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ھے
مُناسب نرخ پر معیاری جلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں
۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور
فون 7322408

موجودہ معاشرہ ایک نظر میں

مولانا محمدؐ عاشق الٰہی بلند شہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

غیروں کی مشابہت

حضرت ابن ابی ملیکہؒ تابعی کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ سے کسی نے بیان کیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے، حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اس عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کے طور طریقے اختیار کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایسے مرد پر لعنت کی، جو عورت کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے لعنت کی، اُن مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل و صُورت بنائیں اور لعنت کی اُن عورتوں پر جو شکل و صُورت میں مردانہ پن اختیار کریں اور ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ (رواہ البخاری)

ان حدیثوں سے معلوم ہُوا کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس بات سے بہت زیادہ نفرت تھی کہ مرد زنانہ لباس پہنیں یا کسی طرح بھی زنانہ پن اختیار کریں اور اس بات سے بھی آپؐ کو سخت نفرت تھی کہ عورتیں مردانہ لباس پہنیں یا مردانہ چال ڈھال اختیار کریں اور نفرت کے باعث اس طرح کے مردوں اور عورتوں پر آپ نے لعنت فرمائی۔

درحقیقت عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مرد، مرد بن کر رہیں اور عورتیں عورتیں بنی رہیں۔ آج کل کے لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ہدایت کو نہیں دیکھتے بلکہ یورپ و امریکہ کے کافروں اور سینما میں کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کو وضع قطع اور سج دھج میں امام بناتے ہیں، اُدھر سے جو لباس اور طور طریق ملتا ہے اس کو اختیار کرنا ذریعۂ عزّت سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ لباس اور طور طریق اللہ کے نزدیک لعنت ہی کا سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ دے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہدایت پر چلنے کی توفیق دے۔

حدیث میں فرمایا ہے کہ عورت بننے والے مردوں کو اور مرد بننے والی عورتوں کو اپنے گھر سے نکال دو۔ اس سے معلوم ہُوا کہ ہیجڑے بنے ہُوئے لوگوں کو گھروں میں آنے کی اجازت دینا حرام ہے۔

آج کل معاشرہ میں یہ چیز زیادہ مقبول ہو رہی ہے کہ لڑکوں کو لڑکیوں کا لباس اور لڑکیوں کو لڑکوں کا لباس پہنلتے ہیں اور نوجوان مرد و عورت اسی سیلاب کے بہاؤ میں بہہ رہے ہیں، یہ طرز بھی یورپ اور امریکہ کے نابکاروں سے شروع ہُوا ہے ان کے نزدیک یہ فیشن اور فخر کی چیز ہے۔

ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ کسی جگہ دعوت تھی۔ مرد و عورت ایک ہی جگہ موجود تھے۔ ایک نوعمر کو دیکھا گیا کہ رواج کے مطابق میز پر کھانا لگا رہا ہے کسی کی زبان سے یہ نکل گیا کہ یہ لڑکا بڑا ہونہار ہے، سلیقہ مندی سے کام کر رہا ہے، اس پر پیچھے سے آواز آئی کہ میاں کیا فرما رہے ہیں، یہ لڑکا نہیں میری لڑکی ہے ان صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور ایک نظر ڈال کر کہا کہ معاف کیجیے مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس کی والدہ ہیں۔ فوراً جواب دیا کہ میاں آپ صحیح دیکھا کیجیے میں والدہ نہیں، اس کا والد ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی کو لڑکے کے لباس اور وضع قطع میں رواج کے مطابق فیشن آراستہ کر رکھا تھا اور جناب والد صاحب خود عورتوں کے لباس اور زنانہ شکل وصورت میں بیٹھے ہُوئے تھے۔

مردوں میں زنانہ پن اور عورتوں میں مردانہ پن کس کس طرح سے جگہ پکڑ رہا ہے اس کی تفصیلات وہی لوگ خُوب جانتے ہیں جو اس فیشن کی لعنت میں مُبتلا ہیں، پہلے تو صرف یہی رونا تھا کہ مرد ڈاڑھی منڈا کر زنانہ پن اختیار کرتے ہیں لیکن اب تو اس سے آگے بڑھ کر مردوں نے اور خاص کر نوعمر لوگوں نے سُرخی پاؤڈر اور جمپر فراک وغیرہ سب کچھ اختیار کر رکھا ہے۔ بہت سے مرد بالکل زنانہ رنگ کی شلوار اور قمیص پہن کر نکلتے ہیں، اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھے تو یہ فیشن کے متوالے عورت ہی معلوم ہوتے ہیں اور یہ بات تو اب خاصی پرانی ہوگئی کہ لڑکیاں شرط لگاتی ہیں کہ ڈاڑھی منڈے سے شادی کروں گی۔ ڈاڑھی والا پسند نہیں گویا ان کو ایسا شخص چاہیے جو دیکھنے میں عورتوں کی فہرست میں آتا ہو۔

عورتیں پتلون وغیرہ اختیار کر رہی ہیں، اگر مشرقی لباس پہنتی ہیں، تو وہ بھی مردانہ طرز کا، لڑکوں کو زنانہ اور لڑکیوں کو مردانہ ڈریس میں سجایا جاتا ہے اور اس خیال خام میں مُبتلا ہیں کہ ترقّی کے زینہ پر پہنچ گئے ہیں، بھلا جو چیز اللہ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک سبب لعنت ہو وہ ترقّی کی چیز کیسے ہوگی؟ اس میں ترقّی ایمانی اور انسانی تو نہیں ہوسکتی۔ ہاں حیوانی اور شہوانی اور طغیانی وعصیانی (یعنی گنہ گاری) کی ترقّی ہے

جو ملعون ہے۔

مومن اور کافر کے طرزِ زندگی میں فرق ہے

مُسلمان کا معاشرہ، اس کی ترقی، اس کا طرز زندگی الگ ہے کافر کا الگ ہے کافر تو مُسلمانوں کی وضع اور شکل وصُورت اختیار نہیں کرتے لیکن جو لوگ ایمانی غیرت سے خالی ہیں وہ کافروں کی طرف بڑھتے ہیں اُنکی تقلید کرتے ہیں، اُن کے اعمال کو اپناتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے اغیار کی تقلید نہیں کی تو وہ لوگ ہمیں عار دلائیں گے کہ دیکھو، یہ دقیانوسی ہے، ان کی بیوی نے پردہ کر رکھا ہے، اُنھوں نے شرم کے کپڑے پہن رکھے ہیں، انھوں نے چست پتلون نہیں پہنی، یہ شرمیلے ہیں، حیا دار ہیں، بھلا کافروں کے عار دلانے سے ہم ایمانی تقاضوں کو اور حیا۔ وشرم کو کیوں چھوڑ دیں وہ تو ہمارے مُسلمان ہونے سے ہی راضی نہیں ہیں، ان کو کہاں تک راضی رکھا جا سکتا ہے، دُشمن کچھ کہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو راضی رکھنا ہے، ہماری عزت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم سے راضی ہوں۔ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (کیا اُن کے پاس عزّت تلاش کرتے ہیں؟ پس تحقیق ساری عزّت اللہ ہی کے لیے ہے) نیز فرمایا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (اور اللہ ہی کے لیے عزّت ہے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے اور لیکن منافقین نہیں جانتے)۔

مُسلمان کافر کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ کافروں کی بے حیائی کا تو یہ عالم ہے کہ سڑکوں پر معاشقہ کرتے ہیں۔ زنا اُن کا جزوِ زندگی بن گیا ہے، شرم وحیا کو اُنھوں نے بالائے طاق رکھ دیا ہے ایسے قانون پاس کرلیے ہیں کہ مرد، مرد سے اور عورت عورت سے لذّت حاصل کر سکتی ہے۔ ان کی لڑکیاں فرینڈ (دوست) ڈھونڈتی پھرتی ہیں، بلکہ کوئی لڑکی اگر دوست تلاش نہ کرے تو اس کے گھر کے لوگ ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں کہ دیکھو اس میں کیا کمی ہے کہ دوست کی تلاش نہیں کرتی۔

اسلام میں جو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہے، اس پر اُن کو اعتراض ہے اور نکاح کرنا ان کے نزدیک عیب ہے، دوست اور دوستانیاں جتنی بھی ہوں اس پہ اُنھیں کوئی اعتراض نہیں، ان میں زنا کی کثرت اتنی زیادہ ہے کہ اُن کے یہاں صحیح النسب اولاد کا ملنا دُشوار ہے۔ اولاد کے حلالی ہونے کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری کاغذات میں ماؤں کے ناموں سے انتساب ہوتا ہے اور عجیب بات یہ ہے

کہ ان کے نزدیک غیر ثابت النسب ہونا کوئی عیب کی بات ہی نہیں رہی، آخر یہ کیا ترقّی ہے جس میں زنا اور بدکاری ہُنر بن کر رہ گئی ہے اور باپ کا ذکر ہی ختم ہُوا، جو کچھ رشتہ ہے، صرف ماں ہی سے رہ گیا ہے، شرم و حیاء اور عفت و عصمت اُن کے نزدیک عیب ہے جس معاشرہ میں انسانیت کا خُون ہو چکا ہے اُس کو ترقّی کا نام دیا جا رہا ہے، ان لوگوں میں چونکہ نفس و نظر کا مزہ ہی سب سے بڑی مطلوب و مرغوب چیز ہے اس لیے عریانی کو بھی پسند کرتے ہیں، ننگوں کے مستقل کلب ہیں، عریان لباس کو ترقّی سمجھتے ہیں۔ عورتیں ذرا سی لنگوٹی یا چڈی پہن کر اُوپر سے چھوٹا سا فراک پہن لیتی ہیں، بازُو، سینہ اور کمر رانیں پنڈلیاں کھولے ہُوئے بازاروں میں دوستوں کے ساتھ گھومتی ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ بہت بڑی ترقّی ہے۔

جن لوگوں میں حرام، حلال کی تمیز نہ ہو، حیاء و شرم بالائے طاق رکھ دی گئی ہو فکرِ آخرت سے خالی ہوں ان کے بارے میں قرآنِ مجید میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (سورۃ محمد رکوع ۲)

اور جن لوگوں نے کُفر اختیار کیا وہ (دُنیا کی چیزوں) سے متمتع ہوتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور دوزخ اُن کا ٹھکانا ہے۔

کافروں کی طرف مائل ہونا مؤمن کی شان نہیں

مُسلمان نام کے لوگ دُشمنوں کی ہر چیز اپنانے کو تیار ہیں، ان کو اسلام کے قوانین سے بیر ہے، چوریاں خُوب ہوں، روزانہ ڈاکے پڑیں، زنا کی کثرت ہو، یہ منظور ہے لیکن اسلامی قوانین نافذ کرنا منظور نہیں، یہ ایمان کے دعویدار اسلام کے قوانین کو ظالمانہ قوانین کہتے ہیں اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کو ظالم بنا دیتے ہیں جس سے اپنے اُوپر کُفر عائد کر لیتے ہیں دُشمنانِ اسلام جو سمجھائیں وہی سوچتے ہیں اور جو وہ کہلوائیں وہی کہتے ہیں جب کسی ملک میں مُسلمانوں کو اقتدار ملتا ہے تو یہود و النصاریٰ سے مرعوب ہو کر اور احساسِ کمتری میں مُبتلا ہو کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے ملک میں جمہوریّت ہو گی۔ اسلامی حکومت نہ ہو گی، اسلام کے مطابق ملک چلانے کو عیب سمجھتے ہیں اور دُشمنوں کے سامنے جھینپتے ہیں، درحقیقت اسلام اور احکام کے جو فوائد اور ثمرات ہیں، اُن سے غافل ہیں۔ اس لیے دُشمنوں کی طرف جھک جانے میں ترقّی محسوس کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ کا فرمان ہے

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (سورۃ ہود)

اور نہ مائل ہو جاؤ ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا کبھی تمہیں آگ نہ پہنچ جائے۔

اس آیت کے مضمون پر غور کریں اور خوب سمجھ لیں کہ اغیار کی طرف جھکنے کا کیا انجام ہے ؟

سُسرال والے مردوں سے پردہ کی سخت تاکید

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ (نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو، ایک شخص نے عرض کیا، یارسول ا عورت کا سُسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں"۔

(بخاری و مسلم)

اس حدیث میں جو سب سے زیادہ قابلِ توجّہ چیز ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عورت کی سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہہ دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ اور دیور اور نندوئی وغیرہ سے اور اسی طرح سسرال کے دوسرے مردوں سے گہرا پردہ کرے، یُوں تو ہر نامحرم سے پردہ کرنا لازم ہے لیکن جیٹھ دیور اور اُن کے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اس طرح بچنا ضروری ہے جیسے موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اُن لوگوں کو اپنا سمجھ کر اندر بُلا لیا جاتا ہے اور بلا تکلف جیٹھ، دیور اور شوہر کے عزیز و اقارب اندر چلے جاتے ہیں اور بہت سے زیادہ خلا ملا کر لیتے ہیں اور ہنسی دل لگی تک کی نوبتیں آجاتی ہیں۔ شوہر یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو اپنے لوگ ہیں ان سے کیا روک ٹوک کی جائے لیکن جب دونوں طرف سے یگانگت کے جذبات ہوں اور کثرت سے آنا جانا ہو اور شوہر گھر سے غائب ہو تو پھر اَن ہونے واقعات تک رونما ہو جاتے ہیں، ایک پڑوسی کسی عورت کو اتنی جلدی اغوا نہیں کرسکتا جتنی جلدی اور بآسانی دیور یا جیٹھ اپنی بھابھی کو اغوار کرنے یا بے حیائی کے کام پر آمادہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

انہی حالات کے پیشِ نظر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سسرال کے مردوں سے بچنے اور پردہ کرنے کی سخت تاکید فرمادی ہے اور ان لوگوں کو موت بتاکر یہ بتادیا ہے کہ ان سے ایسا پرہیز کرو جیسا موت سے بچتی ہو، اور مردوں کو بھی حکم ہے کہ اپنی بھاوج اور سالے وغیرہ کی بیوی سے خلا ملا نہ رکھیں اور نظر نہ ڈالیں۔

قال فی اللمعات والمراد و تحذیر المرأۃ منھم کما یحذر من الموت فان الخوف من الاقارب اکثر والفتنۃ منھم اوقع لتمکنھم من الوصول والخلوۃ من غیر نکیر۔

بعض عورتیں اپنے دیور کی چھوٹی عمر میں پرورش کرتی ہیں اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اُس سے پردہ کرنے کو بُرا سمجھتی ہیں اور اگر مسئلہ بتایا جاتا ہے کہ یہ نامحرم ہے تو کہتی ہیں کہ اس کو ہم نے چھوٹا سا پالا ہے، رات دن ساتھ

رہا ہے اس سے کیا پردہ ؟ یہ بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی گناہ بھی کرے اور شریعت کے مقابلہ میں کٹ حجتی پر اُتر آئے ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم تو دیور کو موت بتائیں اور جہالت کی ماری عورتیں اس کے سامنے آنے کو ضروری سمجھیں، یہ کیا مُسلمانی ہے ؟

تنبیہ : پردہ حقِ شرع ہے ، شوہر کا حق نہیں ہے ، بہت سی عورتیں سمجھتی ہیں کہ شوہر جس سے پردہ کرائے ، اس سے پردہ کیا جائے اور شوہر جس کے سامنے آنے کو کہے اس کے سامنے آجائیں ، یہ سراسر غلط ہے ، شوہر ہو یا کوئی دوسرا شخص اس کے کہنے سے گناہ کرنے کی اجازت نہیں ہوجاتی ، خُوب سمجھ لیں ۔

نامحرم کے ساتھ تنہائی میں رہنے کی ممانعت

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد جب کسی (نامحرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وہاں ان دونوں کے علاوہ تیسرا فرد شیطان بھی موجود ہوتا ہے ۔ (ترمذی)

شیطان کا کام معلوم ہی ہے کہ وہ گناہ کراتا ہے جب بھی کوئی مرد کسی غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوگا تو شیطان بھی وہاں موجود ہوگا ، جو دونوں کے جذبات کو اُبھارے گا اور دونوں کے دلوں میں بدکاری کرنے کے وسوسے ڈالے گا ، اسی وجہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے سختی کے ساتھ کسی غیر محرم کے پاس تنہائی میں رہنے کی ممانعت فرمائی ۔ اس ممانعت پر بڑی سختی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے خواہ اُستاد ہو یا پیر ہو یا ماموں ، پھوپھی ، چچا اور خالہ کا بیٹا ہو ، ان کے پاس تنہائی میں رہنے سے عورت کو پرہیز کرنا لازم ہے اور مردوں کو بھی ، کسی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں اُٹھنے بیٹھنے سے بچنے کا اہتمام کرنا ضروری ہے ۔

عورتیں راستوں کے درمیان نہ چلیں

حضرت ابو اسیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے اور مرد و عورت وہاں سے گزر رہے تھے ، راستہ میں مرد و عورت (اس طرح سے) مل گئے کہ (سب اکٹھے گزرنے لگے) اور عورتیں ایک طرف کو نہ تھیں گو عورتیں پردہ میں تھیں مگر راستہ کے درمیان مردوں کے درمیان چل رہی تھیں ۔

یہ ماجرا دیکھ کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اے عورتو ! پیچھے ہٹو ، تمہیں راستہ کے بیچ میں چلنے کی اجازت نہیں ہے ۔ تم راستہ کے کناروں پر ہوکر گزرو ۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ کے اس ارشاد کے بعد عورتیں راستہ کے کناروں پر اس طرح چلتی تھیں کہ راستہ کے دائیں بائیں جو دیوار ہوتی تھی ، اس سے چپکی جاتی تھیں یہاں تک کہ ان کا کپڑا دیوار میں اٹکنے لگتا تھا ۔ (رواہ ابوداؤد)

مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے کتنا پردہ ہے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھے اور نہ ننگے ہو کر دو مرد ایک کپڑے میں لیٹیں اور نہ دو عورتیں ایک کپڑے میں ننگی ہو کر لیٹیں۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ جس طرح عورت کا مرد سے پردہ ہے، اسی طرح عورت کا عورت سے اور مرد کا مرد سے بھی پردہ ہے لیکن پردوں میں تفصیل ہے۔ ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کسی بھی مرد کو کسی مرد کی طرف دیکھنا حلال نہیں ہے بہت سے لوگ آپس میں زیادہ دوستی ہو جانے پر پردہ کی جگہ ایک دوسرے کو بلا تکلّف دکھا دیتے ہیں۔ یہ سراسر حرام ہے، اسی طرح عورت کو عورت کے سامنے ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کھولنا حرام ہے اور کافر عورت کے سامنے مُنہ اور گٹے تک ہاتھ اور ٹخنے تک پیر کے علاوہ جسم کا کوئی حصّہ یا کوئی بال کھولنا دُرست نہیں، بچّہ پیدا ہونے کے چند روز بعد جب زچہ کو غُسل کرایا جاتا ہے تو گھر کی سب عورتیں اس کو ننگی کر کے نہلاتی ہیں اور دائیں وغیرہ سب دیکھتی ہیں۔ یہ بہت بڑی بے غیرتی ہے اور حرام ہے

مسئلہ: جتنی جگہ میں نظر کا پردہ ہے، اتنی جگہ کو چُھونا بھی دُرست نہیں ہے، چاہے کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ہی کیوں نہ ہو، مثلاً کسی بھی مرد کو یہ جائز نہیں کہ کسی مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصّہ کو ہاتھ لگائے، اسی طرح کوئی عورت کسی عورت کے ناف سے نیچے کے حصّہ کو گھٹنوں کے ختم تک ہاتھ نہیں لگا سکتی۔ اسی وجہ سے حدیث بالا میں دو مردوں کو ایک کپڑے میں ننگے ہو کر لیٹنے کی ممانعت فرمائی ہے، اور یہی ممانعت عورتوں کے لیے بھی ہے یعنی دو عورتیں ایک کپڑے میں ننگی ہو کر نہ لیٹیں۔

تالابوں، حوضوں اور کلبوں میں ننگا ہو کر غُسل کرنے کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دین پر ایمان رکھتا ہو، اس پر لازم ہے کہ بغیر تہبند کے حمام میں داخل نہ ہو۔ اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، کسی ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دَور چل رہا ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸۴، از ترمذی ونسائی)

جو قومیں نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ہدایت سے محروم ہیں۔ حیاء وشرم سے خالی ہیں، انسان کا

نفس شرم و حیاء کی پابندی سے بچتا ہے، اس لیے جو لوگ دینِ حق کے پابند نہیں ہوتے شرم و حیاء سے بھی آزاد ہوتے ہیں، مل جل کر عورتوں اور مردوں کا نہانا اور پردہ کا اہتمام نہ کرنا، جاہلیت کی تہذیب قدیم میں بھی تھا اور اب تہذیب جدید میں بھی ہے۔ حجاز سے باہر عہد نبوّت میں ایسے حماموں کا رواج تھا جن میں مرد و عورت بغیر کسی پردہ کے اکٹھے ہو کر نہایا کرتے تھے اور یہ اُن کے رواج اور سماج میں داخل تھا حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اوّل تو مردوں اور عورتوں کو ایسے حمام میں غُسل کرنے سے منع فرمایا، پھر بعد میں مردوں کو تہبند باندھ کر نہانے کی اجازت دی (لیکن یہ اجازت اس شرط سے ہے کہ کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے) عورتوں کے لیے ان حماموں میں نہانے کی ممانعت بدستور باقی رہی، کیونکہ پُورے کپڑے پہن کر بھی عورت غسل کرے گی۔ تب بھی مردوں کی نظریں اس کی طرف اُٹھیں گی، بھیگا ہُوا کپڑا بدن پر اس طرح چپک جاتا ہے کہ اجزاء بدن کو الگ الگ ظاہر کرتا ہے۔ اس حالت میں اگر مردوں کی نظر کسی عورت پر پڑے گی تو مزید کشش کا باعث بنے گی۔ ترغیب و ترہیب کی ایک روایت میں ہے کہ تہبند اور کرتا اور دوپٹہ پہن کر بھی عورت کو مذکورہ بالا حماموں میں غسل کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

ہمارے اس زمانہ میں کلب بنانے اور اس کا ممبر بننے کا رواج ہے، انہی کلبوں میں بعض کلب نہانے کے اور بعض تیرنے کے بنائے جاتے ہیں، مرد و عورت لڑکے لڑکیاں اکٹھے مل کر نہاتے اور تیرتے ہیں اور تیراکی کے مقابلے کرتے ہیں، مردوں اور عورتوں کے ننگے جسموں کی بے پردگی ہوتی ہے، یہ اختلاط نظر فریبی اور عشق بازی پر آمادہ کرتا ہے اس طرح کے کلب یورپ کے بے شرموں کی ایجاد ہیں مگر افسوس ہے کہ مُسلمانی کا دعوٰی کرنے والے والے بھی اس طرح کے کلبوں کے ممبر بننے کو بڑا کارنامہ سمجھنے لگے ہیں۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔

اگر کوئی کلب ایسا ہو جس میں صرف مرد ہی نہاتے ہوں، تب بھی اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے کہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک نہ دیکھے ورنہ ارتکاب حرام کا گناہ ہوگا۔ کُشتیوں کے اکھاڑوں اور فٹ بال وغیرہ کے میچوں میں ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کے کسی حصّہ کو کسی کے سامنے کھولنا یا کسی کے ستر کا کوئی حصّہ دیکھنا بھی سخت حرام ہے۔ افسوس ہے کہ کُشتی کے مقابلوں میں کرکٹ و فٹ بال وغیرہ کے میچوں میں بڑے بڑے دینداری کے دعویدار اس مسئلہ کو بھول جاتے ہیں اور ستر دیکھنے دکھلانے کو ذرا عیب نہیں سمجھتے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حمام میں غسل کرنے کی ممانعت کے بعد دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کسی ایسے دستر خوان پہ نہ بیٹھے جس پہ شراب کا دَور چل رہا ہو۔ ہمارے

اس زمانہ میں جس طرح بے پردگی کو لوازمِ ترقی میں داخل کر لیا ہے اور اس کے لیے مغربیت زدہ مجتہدین ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح بے پردگی عام ہو جائے۔ اسی طرح سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز لوگ جو یورپ اور امریکہ کے ماحول میں کچھ دن گزار چکے ہیں، شراب کے پینے اور پلانے کو پارٹیوں اور دعوتوں کا جزوِ اعظم بنائے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو سیّدنا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اتّباع میں ترقّی نظر نہیں آتی بلکہ یورپ اور امریکہ کے بے حیاء انسانوں کی تقلید میں عروج سمجھتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے تو یہ فرمایا کہ جس دستر خوان پر شراب کا دَور چل رہا ہو اس پر مت بیٹھو اور ان مدعیانِ دین و دانش کا یہ حال ہے کہ اسلامی جمہوریہ اور دینی حکومت کے نام پر جو دعوتیں کرتے ہیں، ان کو بھی شراب کے ذریعہ رنگین کیے بغیر باز نہیں رہتے۔

شراب والوں پر لعنت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے شراب پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے بنانے والے پر اور اس کو اُٹھا کر دوسری جگہ لے جانے والے پر، اور جس کے پاس لے جائے اس پر بھی۔ (ابوداؤد شریف، ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ

(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۹)

(یعنی شراب مت پی کیونکہ وہ ہر بُرائی کی کنجی ہے) یہ ہر بُرائی کی کنجی ان لوگوں میں جو دُنیا کے اعتبار سے اُونچے طبقے میں شمار ہیں، خُوب پی اور پلائی جاتی ہے اور ہر بُرائی کا ان لوگوں سے ظہور ہوتا رہتا ہے اور ان پر جو اللہ کی لعنت برستی ہے، ان سے بچنے کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔

حیاء اور ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں، پس جب ان دونوں میں سے ایک اُٹھا یا جاتا ہے تو دوسرا بھی اُٹھا لیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

حیاء مومنین کی خاص صفت ہے جو قومیں نبیوں کی تعلیمات سے دور ہیں۔ حیاء اور شرم سے اُن کو کچھ واسطہ نہیں۔ حیاء اور ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں، یا تو دونوں رہیں گے یا دونوں رُخصت ہو جائیں گے۔

بے پردگی اور اس کے لوازم اور دواعی، سب کے سب اہلِ کُفر کی دیکھا دیکھی، نام نہاد مُسلمانوں کے ماحول میں رواج پائے ہُوئے ہیں اور وہی لوگ مُسلمان عورتوں کو پردے سے نکال کر بے حیائی کے پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش میں لگے ہُوئے ہیں جو نبیوں کے اتّباع سے زیادہ نصاریٰ کے احوال و عادات کو اپنائے ہُوئے ہیں، ایسے لوگ بڑی مشکل میں ہیں اُن کا دل تو یہ چاہتا ہے کہ خُوب آزادی اور بے حیائی کے ساتھ مُسلمانوں کی بہو بیٹیوں کو بازاروں اور پارکوں میں عریانی کے لباس میں دیکھیں لیکن ساتھ ہی قرآن و حدیث کی تعلیمات کو غلط کہنے کی جرأت بھی کرنے کی ہمّت نہیں۔ نہ یُوں کہتے بنتا ہے کہ ہم اسلام چھوڑ چکے ہیں اور نہ عورتوں کو پردے میں دیکھنا گوارا کرتے ہیں جو لوگ بے پردگی کو رواج دینے کی کوشش میں ہیں اور اپنی بہو بیٹیوں کو یورپین لیڈیوں کی طرح بے حیا اور بے شرم بنا چکے ہیں اور اُن کے عریاں لباس سے اپنے نفوس کو تسکین دینے کا راستہ نکال چکے ہیں، ان میں بہت سے تو ایسے ہیں جو محض نام کے مُسلمان ہیں اور حیاء و شرم کے ساتھ ایمان کی دولت بھی کھو چکے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کسی درجے میں اسلام سے چپکے ہُوئے ہیں مگر ان کا تقلید یورپ کا مزاج اور بے حیائی و بے شرمی کی طبیعت آہستہ آہستہ ان کو اسلام سے بالکل ہی ہٹا دے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ — یعنی انبیاء سابقین علیہم السّلام کی باتوں میں سے

مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا — جو ایک بات آج تک نقل در نقل چلی آرہی ہے

لَمْ تَسْتَحِيْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ — کہ جب تجھ میں شرم نہ رہے تو جو چاہے کرلے

مُسلمان کی شان ہے کہ شرمیلا ہو، بے شرموں کا اتباع نہ کرے، کافروں کی مشابہت سے اپنی ذات کو محفوظ رکھے، شرم و حیاء والا لباس پہنے عورتوں کو پردہ میں رکھے، بچّوں اور بچّیوں کو دینی آداب اور اسلامی آداب سکھائے اور شرم و حیاء والا مُسلمان بنائے۔ سورہ ہود کی آیت کریمہ (وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ) کے معنی کو سامنے رکھے اور اس کے معنی اور مفہوم میں بار بار غور کرے۔ دُشمنانِ اسلام کے طور طریقے اختیار کرنے سے بچے اور اپنے حبیب سیّدنا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اتّباع کو

ا؎ مشکوۃ المصابیح

(باقی ص ۳۸)

پروفیسر میاں محمدؐ افضل اوکاڑوی (دوسری آخری قسط)

خاموش ہوگیا ہے چمن بولتا ہوا

○

میرا بھائی میرا رہبر

○

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ

اصلاحی تعلق

جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ میرے بھائی کچھ دیر غیر مقلد رہے۔ غیر مقلدیت سے تائب ہونے کے بعد بھی پیری مریدی اور بیعتِ مُرشد کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کوئی بیعت ہونے کی ترغیب دیتا تو اُس کا مذاق اُڑاتے۔ ایک مرتبہ اپنے بیعت ہونے کا واقعہ خود سُنایا۔ فرمایا کہ مَیں ان دنوں عیدگاہ میں مولانا مفتی عبدالحمید صاحب کے پاس استفادہ کے لیے جایا کرتا تھا۔ یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے ایک دن ایک بزرگ حضرت مولانا بشیر احمد پسروری ؒ وہاں تشریف لائے۔ سب طلباء اُن سے مصافحہ کرنے کے لیے اُمڈ آتے۔ میں بھی مصافحہ کرنے والے طلباء میں شامل ہوگیا۔ تمام ساتھی مصافحہ کر کے واپس چلے گئے۔ جب مَیں نے حضرت سے مصافحہ کیا تو حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرما کر بائیں ہاتھ سے پکڑ کر مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ جب تمام طلباء مصافحہ سے فارغ ہو کر چلے گئے تو میری طرف متوجہ ہوئے نام پُوچھا اور فرمایا یہ (بھائی صاحب) شخص ایک بہت بڑے علاقے کو سنبھال سکتا ہے اور مجھے بار بار بیعت ہونے کی ترغیب دی۔ مَیں جواب میں کہتا کہ بیعت کونسی ضروری چیز ہے لیکن حضرت کا اصرار بڑھتا رہا کہ تم ضرور حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ سے بیعت ہو جاؤ۔ مولانا کے شدید اصرار پر مَیں نے بیعت ہونے کا وعدہ تو کر لیا لیکن پھر اسے بھول گیا۔

ایک دن حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کا رسالہ خدّام الدّین پڑھ رہا تھا۔ حضرت نے اداریہ میں ظاہری اور باطنی آنکھوں کا تذکرہ فرمایا تھا ——— اور لکھا تھا کہ جب آدمی کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے تو وہ حلال وحرام میں

تمیز کر سکتا ہے اور اگر کسی قبر کے پاس سے گزرے تو اس پر صاحبِ قبر کے احوال منکشف ہو جاتے ہیں۔ فرمایا میں ان دنوں کمیٹی کے سکول واقع کمپنی باغ اوکاڑہ میں مدرس تھا۔ ابھی میں حضرت لاہوریؒ کے مذکورہ بالا دعوٰی پر غور ہی کر رہا تھا کہ ایک اُستاد جن کا نام رشید صاحب تھا تشریف لائے اُن کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ یہ حرام کے پیسے ہیں اگر کسی نے لینے ہیں تو لے لے۔ میں نے اُن سے کہا کہ یہ نوٹ مجھے دے دو۔ اس نے کہا یہ تو حرام کا مال ہے تم اسے کیا کرو گے میں نے بتایا کہ میں حضرت لاہوریؒ کا امتحان لینا چاہتا ہوں آیا وہ حرام حلال میں تمیز کرتے ہیں یا صرف دعوٰی ہی فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تین چار اُستاد اور بھی میرے ساتھ شامل ہو گئے۔ ہم نے ایک ایک روپیہ اپنی اپنی جیب سے نکالا کچھ پھل حلال کے پیسوں کے خریدے اور کچھ حرام کے پیسوں سے اور حلال و حرام والے لفافوں پر نظر رکھی اور ساتھیوں کے ساتھ عازم لاہور ہو گیا۔ جب حضرت سے ملنے کی باری آئی تو ہم نے وہ پھلوں کے لفافے حضرت کے سامنے پیش کیے۔ حضرت نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہدیہ ہے اسے قبول فرمالیں۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا ہدیہ ہے یا امتحان لینے آئے ہو۔ اور ان پھلوں میں سے حرام و حلال کو علیحدہ علیحدہ کر کے رکھ دیا۔ ہم سب ساتھی بہت حیران ہوتے اور حضرت لاہوری سے درخواست کی ہمیں بیعت فرمالیں تو آپ نے فرمایا تم امتحان لینے آئے تھے وہ ہو گیا ہے۔ جب بیعت کی نیت سے آؤ گے تو بیعت کر لیں گے۔ ہم سب ساتھی اسٹیشن پر پہنچے تاکہ بذریعہ ریل اوکاڑہ واپس جائیں، لیکن میرے دل میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ باقی ساتھی تو چلے گئے لیکن میں نے ٹکٹ واپس کر دیا اور رات گزارنے کے لیے اپنے ہم زلف کے پاس شاہدرہ چلا گیا۔ تمام رات بے چین رہا علی الصبح اُٹھا اور نمازِ فجر شیرانوالہ آکر پڑھی۔ بعد از نماز حضرت لاہوریؒ کا درس سُنا۔ جب حضرت درس سے فارغ ہوئے تو اُن سے بیعت کی درخواست کی تو مسکرائے اور فرمایا اب تم بیعت کی نیت سے آئے ہو اس لیے بیعت کر لیتا ہوں۔ بیعت کے بعد حضرت نے کچھ اوراد بتائے اور میں واپس اوکاڑہ آگیا۔

جب میری بیعت کی خبر حضرت مولانا بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ کو ملی تو بہت خوش ہوتے اور حضرت لاہوری سے میرا تعارف اس معنی میں کرایا کہ محمد امین عیسائیت اور قادیانیت پر بہت گہری نظر رکھتا ہے۔ حضرت لاہوری کو جب اس کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور انجیل برنباس پر مقدمہ لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے ۵۰ صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ لکھا جس میں بائبل کے حوالہ جات سے ثابت کیا کہ انجیل برنباس اناجیل اربعہ سے زیادہ صحیح ہے اور برنباس حضرت

عیسیٰ علیہ السّلام کا مخلص حواری تھا۔ اس انجیل میں اب تک حضور اکرم کے ذاتی نام احمد اور محمد موجود ہیں جب حضرت لاہوری نے یہ مقدمہ پڑھا تو بھائی صاحب کی قوّت استدلال سے متأثّر ہوتے اور بھائی صاحب پر شفقتوں اور نوازشوں کی بارش کر دی۔ بھائی صاحب پر حضرت لاہوری کی شفقت و محبّت کے ایک دو واقعات نظر قارئین ہیں جن سے اندازہ ہو گا کہ بھائی صاحب صرف خانہ پُری کرنے والے مرید نہیں تھے بلکہ حضرت لاہوری کی محبّت و شفقت اور توجہات خاصہ کے مہبط بھی رہے ہیں۔

۱۔ بھائی صاحب نے بتایا کہ میں ہر ماہ ایک مرتبہ حضرت لاہوری کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا تھا اور حضرت کی محبّت و شفقت سے بہرہ اندوز ہوتا تھا فرمایا کہ ایک مرتبہ میں لاہور گیا تو سوچا کہ اپنے لیے فتح القدیر خرید لاؤں گا۔ حضرت لاہوری سے ملاقات ہوئی تو مَیں نے فتح القدیر خریدنے کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا ابھی فتح القدیر نہ خریدو اس کی بجائے احیاء العلوم خرید لو۔ لیکن میرا دل فتح القدیر میں اٹکا ہوا تھا۔ مَیں نے حضرت لاہوری سے کہا جیسا آپ کا حکم ہو گا وہی کروں گا لیکن دل میں سوچا کہ جاتا ہوا فتح القدیر ہی خریدوں گا حضرت کو کونسا پتہ چلے گا۔ ابھی مَیں یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی جاؤ اور اُردو بازار سے احیاء العلوم خرید کر لے آؤ۔ مَیں نے پھر عذر کیا کہ حضرت واپس جاتا ہوا خرید لوں گا لیکن حضرت نے فرمایا نہیں ابھی جاؤ اور کتاب خرید کر میرے پاس لاؤ اتنے روپوں میں آئے گی اور تمہارے پاس اتنے پیسے تو موجود ہی ہیں۔ ہاں اوکاڑہ کا کرایہ میں اپنے پاس سے تمہیں دیتا ہوں اور زبردستی اوکاڑہ کا کرایہ جو غالباً دو اڑھائی روپے کے قریب تھا میرے رومال میں باندھ دیا۔ اب مجھے مجبوراً اُردو بازار جانا پڑا۔ حضرت نے احیاء العلوم کی جو قیمت بتائی اتنے میں ہی مل گئی اور مَیں اُس کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ کتاب حضرت نے اپنی گود میں رکھی اور مسائل والی جلدیں اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیں کہ ان کے پڑھنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم حنفی ہیں اور مسائل میں ہمارا امام غزالی سے اختلاف ہو سکتا ہے پھر تیسری چوتھی جلد اُٹھائی جو فضائل پر مشتمل ہے فرمایا ان جلدوں کو ضرور پڑھ لینا۔ بھائی صاحب نے فرمایا کہ گھر آکر مَیں نے حضرت کے حکم کے مطابق احیاء العلوم کا مطالعہ شروع کر دیا۔ جب بات مہلکات اور منجیات تک پہنچی تو مَیں انہیں پڑھ کر بہت متأثّر ہوا۔ مہلکات کے باب میں مناظرہ کرنے کے نقصانات کا تذکرہ بھی تھا کہ اس سے بندہ میں تکبّر و غرور پیدا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات صرف جیتنے کی

غرض سے مناظر آدمی قرآن و سُنّت کے صحیح مطالب کی جان بوجھ کر غلط تاویلات کرتا ہے اس سے سوائے ایمانی تباہی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ الغرض امام غزالی نے مناظر کے مفاسد الم نشرح کر دیے تھے۔ فرمایا میں نے سمجھا کہ حضرت نے غالباً مجھے یہ کتاب اسی لیے پڑھنے کا حکم دیا تھا تاکہ مَیں مناظرے کرنا چھوڑ دوں چنانچہ مَیں نے اس دن سے مناظرہ نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا بلکہ فرق باطلہ سے مناظرہ کرنے کے لیے میں نے اپنے لیے جو نوٹس تیار کیے ہُوئے تھے وہ بھی سب کے سب جلا دیے۔ ان حالات میں ایک دن کشمیر بک ڈپو کے مالک عبدالمجید بٹ صاحب تشریف لائے اور ایک قادیانی مربّی سے مناظرہ کرنے کو کہا تو مَیں نے انکار کر دیا اور کہا کہ مَیں اَب کبھی مناظرہ نہیں کروں گا۔ چونکہ عبدالمجید صاحب قادیانی کو چیلنج دے کر آئے تھے کہ ٹھہر ہم تمہاری خبر لیتے ہیں۔ اب بھائی صاحب کے انکار پر اُن کی حوصلہ شکنی ہُوئی تو اُنھوں نے حضرت لاہوریؒ کو غصّہ سے بھرپُور ایک خط لکھا جس میں یہ تک لکھ دیا کہ اوکاڑہ میں محمد امین ہی ایک آدمی تھا جو مرزائیوں اور عیسائیوں کا مُنہ بند کر سکتا تھا آپ نے اس کو مناظرہ سے منع کر کے ہمیں ذلیل و رسوا کرایا ہے۔ آپ کے مرید بننے سے بہتر تھا کہ وہ بے مُرشد ہی رہتا۔ آپ نے اُسے بگاڑ دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ بھائی صاحب فرماتے ہَیں کہ جب مَیں اپنے پروگرام کے مطابق حضرت لاہوری کی زیارت کے لیے حاضرِ خدمت ہُوا تو دورانِ ملاقات حضرت لاہوریؒ نے عبدالمجید بٹ صاحب کا خط میرے سامنے رکھ دیا۔ مَیں نے پڑھنے کے بعد عرض کی کہ حضرت میں تو یہ سمجھا تھا کہ آپ نے مجھے احیاء العلوم کا مطالعہ کرنے کی ترغیب اس لیے دی تھی تاکہ مناظرے بازی سے باز آجاؤں۔ حضرت نے فرمایا اگر تمہیں مناظرہ سے منع کرنا ہوتا تو مَیں زبانی کہہ دیتا میرے مشورہ کے بغیر ترکِ مناظرہ کا جو فیصلہ تم نے کیا ہے صحیح نہیں ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے بنایا ہے اس کے ذریعے اللہ تم سے کام لینا چاہتا ہے۔ میری دُعائیں تمہارے شاملِ حال ہیں

انشاء اللہ مناظروں والی بیماریاں یعنی تکبّر وغیرہ سے تم بچے رہو گے پھر فرمایا بہت جلد باز ہو بغیر مشورہ کے اتنے بڑے فیصلے کر لیتے ہو۔ آئندہ محتاط رہا کرو مَیں نے وعدہ کیا تو فرمایا اچھا چلو مناظرہ نہ کرنے والی بات تو ٹھیک ہو سکتی تھی لیکن تم نے اتنے قیمتی نوٹس کیوں جلا دیے مَیں یہ بات سُن کر حیران رہ گیا کیونکہ میرے نوٹس جلانے کا علم صرف مجھے ہی تھا اور خط میں بھی اس قسم کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ بھائی صاحب نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد مجھے مناظرہ کرتے وقت کبھی بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی تھی اور مَیں محسوس کرتا تھا کہ حضرت لاہوریؒ کی توجّہ میری پشتی بان ہے۔

۲- ایک مرتبہ بھائی صاحب نے بتایا کہ حضرت لاہوری سے جب ملنے گیا تو آپ نے خوش ہوکر دس روپے کا نوٹ مجھے عطا کیا جب مَیں نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا کہ پیروں کو تو ہدایا ملتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی مُرشد کو بھی اچھے مرید کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہیے یہ ہدیہ ہے اس کو قبول کرلو۔ اور یہ بات اتنی لجاجت سے کہی کہ مجھے قبول کرتے ہی بن پڑی۔

۳- بھائی صاحب نے بتایا کہ ایک مرتبہ جب مَیں حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا تو حضرت مجھے علیحدہ کمرے میں لے گئے اور قیمتی نصائح سے مجھے نوازنے لگے کچھ باتیں ایسی کیں کہ کئی مرتبہ مجھ پر رقت طاری ہُوئی اور مَیں رونے لگا حضرت پھر تسلّی دینے اور مزید نصیحتیں فرمانے لگتے پھر فرمایا محمّد امین شاید اس کے بعد ملاقات نہ ہو اس لیے میری باتوں کو پلّے باندھ لو۔ مَیں رونے لگا تو حضرت نے فرمایا امین شاید تم کو میرا جنازہ بھی نصیب نہ ہو۔ اس لیے اس ملاقات کو آخری سمجھو مَیں نے عرض کی حضرت انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔ آپ اتنے زیادہ بیمار تو نہیں ہیں کہ مَیں مایوس ہوجاؤں اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور شفائے کاملہ سے نوازیں گے اس پر حضرت مُسکرائے اور فرمایا فیصلے اللہ کے ہاں ہوتے ہیں تم اور مَیں فیصلہ کرنے والے نہیں، بھائی صاحب نے فرمایا اس کے بعد میں حضرت سے اجازت لے کر بادلِ ناخواستہ اوکاڑہ آگیا۔ اپنے پروگرام کے مطابق جس دِن مجھے لاہور جانا تھا۔ محکمہ تعلیم والوں نے کہا اس دِن تک تمام اساتذہ اپنے میڈیکل فِٹ نس کے سرٹیفکیٹ ڈسٹرکٹ ہیلتھ منٹگمری (ساہیوال) سے بنوا کر دفتر میں جمع کروائیں۔ چنانچہ اِن حالات میں لاہور کا پروگرام ملتوی کر کے مَیں چند رفقائے کار کے ساتھ عازم منٹگمری ہوگیا۔ وہاں پر مختلف ٹیسٹوں اور دفتری کارروائیوں میں کافی دیر ہوگئی جب سرٹیفکیٹس ہمیں ملے تو ظہر کا وقت ہوگیا تھا مَیں نے سوچا کہ ظہر کی نماز جامعہ رشیدیہ میں جاکر پڑھتے ہیں وہاں عُلمائے کرام سے ملاقات بھی ہوجائے گی فرمایا جب میں جامعہ رشیدیہ پہنچا تو مدرسہ خالی خالی اور ویراں نظر آیا۔ چند چھوٹے چھوٹے طلباء سے ملاقات ہُوئی اُن سے پُوچھا کہ حضراتِ علماء کرام کہاں ہیں تو اُنھوں نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا اور کہا آپ کو اتنا علم بھی نہیں کہ حضرت لاہوری وصال فرما گئے ہیں ظہر کے بعد ان کا جنازہ ہے۔ تمام حضرات عُلمائے کرام اور بڑے طلباء ان کے جنازہ میں شرکت کرنے کے لیے لاہور گئے ہُوئے ہیں فرمایا یہ باتیں سُن کر مجھے سکتہ ہوگیا اور مجھے حضرت کی آخری ملاقات والی باتیں یاد آئیں اور مَیں رونے کے سوا کچھ نہ کرسکا۔ اور اس بات پر یقین کامل ہوگیا کہ ؎ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ کو یہ مقام و مرتبہ اگر ملا تو یہ اُن کے اساتذہ کرام کی دعاؤں اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور دیگر بزرگانِ دین کی توجہات کا صدقہ تھا بصورت دیگر اگر اُنہیں کامل اساتذہ اور بزرگانِ دین کی توجہ حاصل نہ ہوتی تو اتنا ذہین آدمی ہمارے لیے ایک مستقل فتنہ کا رُوپ دھار کر کم از کم پرویز اور مودودی جیسا ضرور بن جاتا لیکن بزرگانِ دین کی توجہات کی وجہ سے تحقیقی ذہن رکھنے کے باوجود آپ نے کبھی اپنی تحقیق کی پخ نہیں لگائی۔ عُلمائے دیوبند کے مسلک کی وضاحت ہی فرمائی۔ اپنی تحقیق سے کوئی نئی بات پیدا کرنے کی کوشش نہ کی۔

عُلمائے کرام اور بزرگانِ دین کی دُعاؤں اور توجہات خاصہ کے ایک دو واقعات عرض کرتا ہوں۔

۱۔ آج سے تقریباً بیس بائیس سال پہلے کی بات ہے میں ان دنوں گورنمنٹ کالج بورے والا میں پڑھاتا تھا کالج سے واپس آیا اور نماز ظہر پڑھنے کے لیے مدرسہ عربیہ اسلامیہ گیا تو پتہ چلا کہ میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رائے پُوری شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ تشریف فرما ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر اُن کی خدمت میں حاضر ہُوا حضرت ایک کمرے میں آرام کی غرض سے لیٹے ہُوئے تھے اُن کی ٹانگیں دبانے لگا۔ باتوں کا سلسلہ چل نکلا تو حضرت نے اچانک پُوچھا آپ کے بھائی مولوی محمد امین صاحب کا کیا حال ہے؟ مَیں نے عرض کی حضرت آپ کی دُعاؤں سے بخیریت ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہماری دلی دُعائیں تو ہر وقت اُن کے شاملِ حال ہیں پھر فرمایا کہ ہم نے بھی غیر مقلدین سے بہت مناظرے کیے لیکن یہ مانتے نہیں تھے اب تمہارے بھائی نے اُن کو ماننے پر مجبور کر دیا ہے۔ مجھے حضرت کی یہ باتیں سُن کر شرم سی آ رہی تھی کہ اتنا بڑا آدمی کس انداز میں اپنے سے چھوٹے کو بڑا بنا رہا ہے یہی ہمارے اکابر کی شان تھی۔

۲۔ تقریباً بیس سال پہلے کا ایک اور واقعہ یاد آ رہا ہے بندہ ایک دن مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں گیا تو پتہ چلا کہ مولانا عبدالمجید صاحب شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑ پکا تشریف فرما ہیں مَیں دفتر میں اُن سے ملنے کی غرض سے حاضر ہُوا تو بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور بھائی صاحب کا حال احوال پُوچھنے لگے پھر اچانک فرمانے لگے کہ تمہارے بھائی کو اللہ تعالیٰ نے اتنا کچھ دیا ہے کہ بعض اوقات ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا اس سال مَیں نے ماہ رمضان کراچی میں گزارا مولانا محمد امین کراچی میں عُلماء۔ وطلباء کو پڑھا رہے تھے۔ مَیں نے مولانا کے تمام اسباق بالاستیعاب سُنے ہیں اگر کسی دن کسی ناگزیرہ وجہ سے درس میں شامل نہ ہو سکتا تو مَیں اپنے کسی شاگرد سے کہہ دیتا کہ مولانا کا سبق نوٹ کرلے' واپس آ کر مَیں اس سبق کو پڑھ لیتا۔ ابھی

میں حضرت کی یہ باتیں سُن کر کچھ خجالت سی محسوس کر رہا تھا کہ حضرت مولانا نے فرمایا۔ افضل بھائی مجھے حدیث کی کتابیں پڑھاتے بیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ بعض اوقات مولانا محمد امین کسی حدیث سے جو نکات و مسائل نکال کر پیش کرتے ہیں تو مَیں دنگ رہ جاتا ہوں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ فرمایا مولانا کی بہت سی باتیں تو الہامی معلوم ہُوئی ہیں۔ الغرض مولانا محمد امین صفدر کو بے اُستاد اور بے مُرشد کہنے والوں کو جان لینا چاہیے کہ اپنے اساتذہ سے اور بزرگان دین سے جس طرح کا فیض اُنھوں نے حاصل کیا وہ ناقدین حضرات کے بس کی بات نہ تھی اُنہیں بزرگوں کے ادب و احترام اور خدمت نے اُنہیں وہ بلند مقام عطا کیا جس کی طرف دیکھنے سے حاسدین کی ٹوپیاں گر جاتی تھیں۔

این سعادت بزورِ بازُو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت لاہوریؒ کے بعد

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے وصال کے بعد بھائی صاحب کے قلق و اضطراب میں بہت اضافہ ہوگیا۔ تجدید بیعت کی خاطر اپنے مرشد زادے حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہُوئے لیکن آپ احسن طریقہ سے ٹال دیتے اور فرماتے کہ حضرت آپ کا تعلّق اَبّا جان سے تھا اسے قائم رکھیں۔ آپ کو تجدید بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ بھائی صاحب نے اپنا اصرار جاری رکھا تو ایک دن مولانا عبید اللہ انور نے فرمایا کہ اگر آپ نے ضرور بیعت ہی کرنی ہے تو میرا مشورہ[1] یہ ہے کہ آپ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال والوں کی بیعت کر لیں کیونکہ ان کا مقام بہت بلند ہے وہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مجاز ہیں اور اَبّا جان (حضرت لاہوری) کے بھی بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کے اس صائب مشورہ پر آپ نے فوراً عمل کیا اور چکوال جا کر حضرت قاضی صاحب کے ہاتھ پر تجدید بیعت کر لی۔ حضرت قاضی صاحب نے بھائی صاحب کی اصلاح باطنی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی اور دونوں میں پیار محبت اور اُلفت کے گہرے تعلقات قائم ہوگئے جو بھائی صاحب کی وفات تک قائم رہے۔ حضرت قاضی صاحب کے ہر حکم کو بجالانا آپ باعث سعادت سمجھتے تھے۔ سال میں ایک دو مرتبہ تبلیغی جلسوں اور تربیتی اجتماعات میں حضرت قاضی صاحب بھائی صاحب کو بالالتزام بلایا کرتے تھے۔

---

[1] اس موقع پہ پروفیسر صاحب سے چوک ہو گئی۔ غالباً مولانا انورؒ نے حضرت جہلمیؒ کے پاس جانے کا مشورہ دیا تھا کیونکہ وہ حضرت لاہوریؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ حضرت قاضی صاحب کے پاس جانے کا مشورہ نہیں دیا تھا۔ حضرت قاضی صاحب حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ نہیں ہیں، ہاں مولانا جہلمیؒ نے خود بیعت کرنے کے بجائے حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا اور مولانا امین صاحبؒ اُن کے حکم پر حضرت قاضی صاحب سے بیعت ہُوئے تھے۔ (نعیم الدین)

تعلیمی و تبلیغی خدمات

بھائی صاحب نے ستلج کاٹن ہائی سکول سے بطور انٹرینڈ عربی ٹیچر اپنی ملازمت کا آغاز کیا تھا۔ آپ نے او۔ ٹی کا کورس نہیں کیا تھا بلکہ جے۔ وی ٹیچر تھے۔ میونسپل کمیٹی اوکاڑہ میں ایک جگہ خالی ہوئی تو آپ نے بطورِ جے۔ وی ٹیچر وہاں اپنی خدمات پیش کر دیں اور کمیٹی کے ملازم ہو گئے۔ آپ اپنی اس ملازمت کے دوران دینی و تعلیمی خدمات سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ گاؤں میں ہر روز صبح کے وقت درس قرآن دیتے سکول سے چھٹی کے بعد مختلف دینی مدارس میں جا کر وہاں طلبہ کو فرق باطلہ کی تردید اور احقاق حق کی ٹریننگ دیتے۔ وقتاً فوقتاً عوامی اجتماعات سے بھی خطاب فرماتے۔

بزرگوں کی دعاؤں اور شیوخ کی نظر کرم سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبولیّت عامہ کی نعمت سے نوازا تھا۔ مشکل سے مشکل دینی مسائل آپ عوام کے ذہنوں میں جاگزیں کرنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ جہاں عُلماء کے ساتھ علمی انداز اپناتے وہاں عوام کے ساتھ سادہ طرز گفتگو کا انداز اپناتے۔ آپ کی قبولیّت عامہ کا خطہ دن بدن وسیع ہوتا گیا اور پنجاب کی سرحدوں سے نکل کر پورے پاکستان میں پھیل گیا۔ آپ کا رمضان المبارک اکثر کراچی اور سندھ کے دوسرے شہروں میں گزرنے لگا۔ آپ اگر دس دن ایک مدرسہ میں عُلماء اور منتہی طلباء کو مناظرہ پڑھاتے تو اگلے پندرہ دن کسی اور جگہ یہ علمی محفل جمتی ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے دیگر فرق باطلہ کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذہن میں یہ بات ڈال دی تھی کہ تمام فتنوں کی بُنیاد عدم تقلید اور خود رائی ہے۔ اصل دین وہی دین ہے جو صحابہ کرام کی وساطت سے نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ غیر مقلدیّت ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ باقی تمام فتنے اسی سے نکلے ہیں۔ آدمی غیر مقلد ہونے کے بعد کسی وقت بھی منکر حدیث قادیانی چکڑالوی بہائی اور رافضی ہو سکتا ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں شب و روز محنت کی اور آج یہ بات دیوبندی کہلانے والے عُلماء و طلباء پہ واضح ہو چکی ہے کہ مولانا محمد امین صفدر صحیح فرماتے تھے اور تمام فتن حاضرہ کی جڑ بزرگانِ دین اور سلف صالحین کو چھوڑ کر اپنی رائے پر اصرار کرنا ہی ہے۔ مولانا کے طرز استدلال اور قوتِ گرفت کے سامنے بڑے بڑے مخالفین نہیں ٹھہرتے تھے۔

آپ کی ان خوبیوں کو دیکھ کر اکثر عُلماء فرماتے کہ امین بھائی سکول چھوڑ کر کوئی مدرسہ قائم کر لو کیوں اپنا وقت سکول میں ضائع کرتے ہو۔ آپ جواب میں فرماتے کہ بھائی مدرسہ تو مَیں بنا لوں گا لیکن چندہ کون مانگے گا۔

چندہ مانگنا میرے بس کا روگ نہیں ایک مرتبہ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے باصرار مطالبہ کیا کہ اب آپ سکول کی نوکری چھوڑ کر میرے مدرسہ میں آجائیں۔ اب میں آپ کا کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ مولانا کی آہ میں ایسا اثر تھا کہ بھائی صاحب نے نوکری چھوڑ دی اور عازم کراچی ہوگئے۔ وہاں پر بھائی صاحب کو شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کا مدیرِ اعلیٰ بنا دیا گیا وہاں آپ نے طلبا، علماء اور عوام میں بہت کام کیا اور نئے نئے فتنوں کا خوب مقابلہ کیا۔ دار العلوم بنوری ٹاؤن کی لائبریری سے آپ کو عشق تھا۔ کراچی کی آب و ہوا مزاج کے مطابق نہیں تھی۔ اکثر و بیشتر بیمار رہنے لگے۔ ایک مرتبہ جنوبی افریقہ کے دورہ پر گئے واپسی پر عمرہ بھی کیا۔ جنوبی افریقہ کے علماء نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے پاس آجاؤ چھ ماہ یہاں رہنا چھ ماہ پاکستان۔ تنخواہ سال کی ملے گی۔ دیگر مراعات بھی دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک بنوری ٹاؤن کراچی کے مدرسہ کا کتب خانہ کھنگال نہ لوں گا کہیں اور نہیں جاؤں گا اور اس قسم کی تمام پیش کشوں کو مسترد کر دیا اور بیماری کے باوجود دار العلوم بنوری ٹاؤن کو نہ چھوڑا جب حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کا وصال ہوگیا تو آپ کا دل ٹوٹ گیا اور اپنی بیماری کا عذر پیش کر کے وہاں کام کرنے سے معذرت کر لی۔ گھر واپس آئے تو بہت سے مدارس کی جانب سے آپ کو پیش کشیں ہوئیں لیکن آپ نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ مرحوم کے نبیرہ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھریؒ کی دعوت قبول کر کے مدرسہ خیر المدارس ملتان میں شعبہ الدعوۃ والارشاد کی صدر نشینی قبول فرمالی۔ ماہنامہ الخیر کے ہر شمارہ میں بھائی صاحب کا کوئی نہ کوئی مضمون ضرور شائع ہوتا جس سے علماء کے ساتھ عوام کو بہت فائدہ پہنچا اور الخیر کی اشاعت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ آپ اپنے وصال تک خیر المدارس میں ہی دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

وفات

علمائے حرمین شریفین کے اصرار پر اس سال رمضان المبارک میں عمرہ پر جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ پاسپورٹ بن گیا تھا اور غالباً ویزہ بھی لگ گیا تھا۔ وفات سے ایک ماہ قبل ہلکے ہلکے بخار میں مبتلا تھے لیکن آپ اس قسم کی بیماریوں کو درخور اعتنا نہ سمجھتے تھے اور اپنے تعلیمی و تبلیغی اسفار کو ترک نہ فرماتے تھے۔ ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو مدرسہ عزیزیہ فضلیہ چک ایل۔ ۹/ ۱۸۱ ضلع ساہیوال میں حضرت مولانا سید انور حسین نفیس شاہ صاحب لاہور والے تشریف لا رہے تھے مجھے بھی وہاں پہنچنے کی دعوت تھی۔ بندہ بھی حضرت شاہ صاحب کی زیارت کے لیے وہاں حاضر ہوا۔ وہاں پر برادر عزیز مولانا محمد انور صاحب اوکاڑوی جو کہ آج کل دار العلوم

کبیر والہ میں اُستاذ حدیث ہیں سے ملاقات ہُوئی۔ اُن سے بھائی صاحب کے بارہ میں دریافت کیا تو اُنھوں نے بتایا کہ ہلکا ہلکا بخار رہتا ہے لیکن آرام نہیں کرتے۔ جامعہ خیر المدارس میں تعطیلات کے بعد گھر آئے تو طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سرگودہا میں دس دن پڑھانے کا پروگرام تھا وہاں تشریف لے گئے اور بیماری کی حالت میں بھی آٹھ آٹھ گھنٹے پڑھاتے رہے جب طبیعت زیادہ خراب ہُوئی تو مدرسہ والوں سے کہنے کہ مجھے بس میں بٹھا دیں تاکہ میں گھر پہنچ جاؤں۔ اُنھوں نے دو ساتھی ساتھ بھیجے وہ آپ کو تیس اکتوبر ۲۰۰۰ء کی رات کے وقت گھر پہنچا گئے۔ اکتیس اکتوبر کا دن آپ نے گھر میں گزارا دراصل آپ کو دل کی تکلیف ہو گئی تھی لیکن آپ کا خیال تھا کہ مجھے سردی لگ گئی ہے۔ گھر والوں نے ہسپتال لے جانے کو کہا تو نہ مانے اور فرمایا کہ مجھے بھائی حکیم محمد سلیم صاحب سے دوا لادیں میں وہ کھالوں گا چنانچہ بھائی محمدّ سلیم صاحب کی دوا سے کچھ افاقہ ہُوا۔ عشاء کی نماز گھر پر پڑھی اور نو بجے کے قریب پھر دِل کا دَورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہُوا آپ اکتیس اکتوبر بروز منگل مطابق چار شعبان المعظّم ۱۴۲۱ھ کی رات بوقت نو بجے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون بروز بدھ یکم نومبر ۲۰۰۰ء مطابق چار شعبان المعظّم بوقت پونے چار بجے قبل العصر آپ کی نماز جنازہ چک ایل-۲-۵۵ کے سکول کی گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ اُن کے مُرشد قاضی مظہر حسین صاحب چکوال والوں کے صاحبزادہ مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب نے پڑھائی۔ تمام پاکستان سے عُلماء اور طلباء جنازے میں شریک ہُوئے۔ شرکائے جنازہ کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق چھ ہزار سے زائد افراد پر مشتمل تھی۔ کراچی سے شیخ الحدیث مولانا زرولی صاحب ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ سپاہ صحابہ پاکستان کے عظیم رہنما جناب علی شیر حیدری مع احباب تشریف فرما تھے۔ مجاہدین کی کثیر تعداد بھی آپ کے جنازہ میں شریک ہُوئی۔ شرکاء کی آنکھیں مولانا کی وفات پر پُرنم اور اشکبار تھیں۔ اس دن لوگوں کو اندازہ ہُوا کہ اصل رشتہ دین کا رشتہ ہے۔ نماز جنازہ کے بعد چند ایک حضرات نے مختصراً تعزیّت فرمائی۔ شیخ الحدیث مولانا زرولی صاحب نے فرمایا کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج انور شاہ کشمیری دوبارہ وفات پا گئے ہیں۔ مولانا علی شیر حیدری نے فرمایا کہ مَیں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر مجھے کوئی مسئلہ نہ آئے گا تو پاکستان میں میرے اُستاذ مولانا کے بعد کونسی ہستی ایسی ہے جو مجھے وہ مسئلہ بتائے گی اور سمجھائے گی۔ اس کے بعد حضرت مولانا کو قبل از مغرب گاؤں کے قبرستان میں والد ماجد میاں ولی محمد کے پہلو میں سُپرد خاک کر دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اخلاق و عادات

میرے برادر بزرگ حضرت مولانا محمّد امین صفدر کا ظاہر و باطن ایک تھا جو بات کہتے تھے اس پر عمل پیرا بھی ہوتے تھے۔ جب ہمارے والد محترم کا وصال ہُوا تو اُن کی تدفین کے بعد ہم بھائیوں کے درمیان یہ مسئلہ زیرِ بحث آیا کہ کل لوگ جب افسوس کے لیے آئیں گے تو کیا ہم اس وقت دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائیں یا نہ اُٹھائیں۔ مولانا اس وقت موجود نہیں تھے۔ ہم نے اُن کی عدم موجودگی میں فیصلہ کیا کہ اگر کوئی دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے گا تو ہم بھی اُٹھا لیں گے۔ اگر نہ اُٹھائے گا تو ہم بھی نہیں اُٹھائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد بھائی صاحب تشریف لائے تو ہم نے اپنے فیصلہ سے اُنہیں آگاہ کیا تو فرمایا تمہارا فیصلہ غلط ہے۔ ہمارے گاؤں میں قادیانی بھی رہتے ہیں اُنھوں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ یہاں دیوبندی بریلوی اختلاف پیدا کیا جائے لیکن ہم نے اُنہیں اس بات کا کبھی موقعہ نہیں دیا۔ ہم ہمیشہ اپنے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہے۔ گاؤں میں جب کوئی مرگ ہو جاتی تو ہم ان کے اعزہ سے صرف اظہارِ افسوس کرتے تھے۔ فاتحہ کے لیے ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ آج اگر ہم نے کمزوری کا اظہار کیا تو قادیانی لوگوں کو اکسائیں گے کہ دیکھ لیا تم نے جب تمہارے عزیز مرتے تھے تو دُعا نہیں کرتے تھے۔ آج اُن کا اپنا باپ مر گیا تو دُعا شروع کر دی ہے لہٰذا اپنے مسلک پر قائم رہو اگر کوئی ہاتھ اُٹھائے تو اُسے بھی پیار سے مسئلہ سمجھا دو کہ بھائی آپ نے ہم سے اظہارِ افسوس کر کے ہمارا حق ادا کر دیا ہے۔ میّت کا حق اس کی قبر پر جا کر یا اپنے گھر میں رہ کر تلاوت کلام پاک سے ادا کرو۔ دونوں چیزوں کو خلط ملط نہ کرو۔ چنانچہ بھائی صاحب کی استقامت کی وجہ سے ہم سب بھائی صراطِ مستقیم کی طرف لوٹ آئے اور موت کی تمام رسومات سے بچ گئے۔

بھائی صاحب کے مزاج میں سادگی تھی۔ ریاکاری، مکاری اور شوبازی سے کوسوں دُور رہتے تھے۔ کھانے پینے پہننے اور رہنے سہنے جیسے تمام معاملات میں تکلّف کو پسند نہ کرتے تھے۔ ظاہری کرّوفر کے قطعًا قائل نہیں تھے جو مل گیا کھا لیا جو مل گیا پہن لیا۔ ان تمام معاملات میں حتی المقدور سُنّتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرتے تھے۔ ہمارے بھائی انتہائی نرم دل تھے۔ مصیبت زدہ لوگوں کی غمگساری اُن کا شیوہ تھا۔ ہمارے والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے بڑے ہونے کے ناطے تمام بھائیوں اور بھتیجوں سے حسن سلوک کا معاملہ فرمایا۔ ہر کسی کے دُکھ درد میں شرکت کرتے اور اُن کی مشکلات کو دُور کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتے۔

بحمد اللہ میرے بھائی حب جاہ اور حب مال جیسی بیماریوں سے بچے ہُوئے تھے۔ یہ ایسی مہلک بیماریاں ہیں

جو آدمی کے ایمان کا ستیاناس کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اگر کوئی حسد کا مارا ہُوا آدمی ان کے خلاف کوئی سازش کرتا اور آپ کو اس کا علم ہو جاتا تو آپ اس شخص سے کبھی جواب طلب نہ کرتے بلکہ بڑی سے بڑی بات کو ہنس کر ٹال دیتے تھے۔ آپ جب سکول کی نوکری ترک کر کے بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے تو مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ نے آپ کا بہت اکرام کیا اور پُرانے اساتذہ کے برابر آپ کی تنخواہ مقرّر کر دی۔ اس سے کچھ اساتذہ کو تکلیف پہنچی اور انھوں نے بنگالی طلبہ کو اپنا آلہ کار بنایا اور اُن کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ مولوی محمّد امین کوئی باضابطہ عالم نہیں ہیں محض ایک سکول ٹیچر ہیں اور انھیں معقولات سے کوئی مس نہیں ہے نیز صرف و نحو بھی انھیں نہیں آتی۔ اس سب کے باوجود مہتمم صاحب نے اُن کی تنخواہ ہمارے برابر مقرر کر دی ہے۔ وہ طلبہ مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ کے پاس گئے اور اس ناانصافی ذکر کیا اور کہا کہ مولوی امین صاحب کو تو کچھ نہیں آتا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ اس پر مفتی صاحب نے ان طلباء سے کہا کہ بھائی آپ خود جا کر مولانا محمد امین صاحب سے مل کر اپنے شُبہات دُور کرنے کی کوشش کریں اور معلوم کریں کہ آپ کے اعتراضات بجا ہیں یا بے جا۔ چنانچہ وہ طلباء بھائی صاحب کے پاس آئے اور اپنے اشکالات پیش کیے۔ آپ نے اُن کے جوابات بڑے دلنشیں انداز میں دیے۔ اب وہ طلباء روز مولانا کے پاس آتے اور مختلف علوم کے بارہ میں اپنے سوالات پیش کرتے اور شافی جواب پا کر اطمینان کی نعمت حاصل کرتے۔ چند دن بعد مفتی صاحب نے ان طلباء کو بلایا اور پُوچھا کہ بھائی آپ نے مولانا محمد امین صاحب کے سامنے اپنے اشکالات وغیرہ پیش کیے یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان سے بہت سے سوالات کیے اور شافی جوابات پائے۔ ہمارے جس اُستاد نے ہمیں ان سے بدگمان کرنے کی کوشش کی تھی ہم نے دو سالوں میں ان سے اتنا علم حاصل نہیں کیا جتنا مولانا محمد امین صاحب سے چند دنوں میں حاصل کر لیا ہے۔ یہ واقعہ بعد میں مفتی صاحب نے بھائی صاحب کے گوش گزار کیا تو بھائی صاحب صرف مُسکرا کر رہ گئے اور اس پر کسی قسم کا تبصرہ نہ کیا۔

الغرض بھائی صاحب رواداری، وسیع الظرفی، چشم پوشی اور دَرگزر کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور مخالفین کے الزامات و اتہامات پر صرف مُسکرا دیتے تھے۔ آپ کے اس رویّہ کی وجہ سے مخالفین اکثر اوقات شرمندگی اور خجالت میں مُبتلا ہو کر ایسی حرکات سے باز آجاتے۔ آپ چھپنے کی بجائے چُھپنے کو ترجیح دیتے تھے۔ ابتداء میں جب آپ نے مختلف رسائل فرقِ باطلہ کے رَد میں تحریر کیے تو بعض عُلمائے کرام نے ان کو اس شرط پر شائع کیا کہ کتاب پر اُن کا نام بطورِ مصنّف لکھا جائے۔ آپ نے اس شرط کو قبول کر لیا اور وہ رسائل کسی دوسرے

کے نام سے شائع ہو گئے۔ ہمیں (مولانا کے بھائیوں) اس بات سے خاصا دُکھ پہنچا اور مولانا سے عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں اپنے رسائل اپنے نام سے چھپوائیں تو آپ نے جواب میں مُسکرا کر فرمایا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ رسائل عوام تک پہنچیں اور لوگ ان سے فائدہ اُٹھائیں نام خواہ کسی کا ہو۔ یہ مقصد پُورا ہو رہا ہے ہمیں تو کام سے غرض ہے نام سے کوئی غرض نہیں ہے۔

آپ مخالف مناظر کا جواب بھی ہمیشہ مُسکرا کر دیا کرتے تھے۔ چہرے پر غصہ اور ناگواری کے آثار بہت کم ہویدا ہوتے تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی مشکلات و مصائب کے باوجود ہنس اور مُسکرا کر گزار دی۔ جن حضرات نے جنازہ کے وقت مولانا کا چہرہ دیکھا ہے وہ اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ آپ مرنے کے بعد بھی ایسے ہی مُسکرا رہے تھے جیسے زندگی میں مُسکرایا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نیند میں مُسکرا رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر تقریر شروع کر دیں گے لیکن ؎ "خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہُوا" کے مصداق اب ہم اُن کی آواز کو قیامت تک ترسیں گے۔ آخر میں تمام قارئین سے گزارش ہے کہ میرے بھائی میرے رہبر کو اپنی دُعاؤں اور تلاوتوں میں شریک رکھیں تاکہ اُن کی قبر وسیع کشادہ اور ٹھنڈی ہو اور ذات باری تعالیٰ اُن کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں۔ اے ہمارے پیارے بھائی تیری وفات پر ہمیں ایسا محسوس ہُوا کہ ہمارے والد صاحب دوبارہ وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں کشادہ جگہ دے۔

؎ آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ۔۔۔ سبزہ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

تصنیفات

میرے بھائی کی تصنیفات چھوٹے چھوٹے رسائل اور مضامین کی شکل میں بے شمار ہیں جنہیں اَب اُن کے شاگردوں نے مجموعہ رسائل (پانچ جلد) اور تجلیات صفدر (تین جلد) کی صُورت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ سُنا ہے کہ مولانا محمد الیاس صاحب (نگران شعبہ نشر و اشاعت، جمعیت اشاعت العلوم الحنفیہ فیصل آباد) نے تجلّیات صفدر کی چوتھی جلد مرتّب کر لی ہے اور زیر طبع ہے۔

پسماندگان

حضرت مولانا نے اپنے پیچھے ایک بیوہ (ہماری بھابھی) جو انتہائی سلیقہ شعار، سگھڑ اور نیک خاتون ہیں کو سوگوار

چھوڑا ہے ۔ ہماری ان بھاوجہ صاحبہ نے گھر کے تمام معاملات سنبھالے ہوئے تھے اور گھر کو احسن طریقے سے چلاتی تھیں۔ ان کے حسنِ انتظام کی وجہ سے بھائی صاحب کو گھریلو کاموں میں اُلجھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ اور تمام خاندانی معاملات ہماری بھاوجہ ہی سرانجام دیتی تھیں۔ اس وجہ سے بھائی صاحب تعلیمی و تبلیغی سرگرمیوں میں دلجمعی سے حصّہ لیتے تھے۔ انہیں اُمورِ خانہ کی فکر نہ ہوتی تھی۔ اس لیے بھائی صاحب کی ان تمام دینی خدمات میں بھاوجہ صاحبہ کا برابر کا حصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ بھائی صاحب کے پانچ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹا اور چھ بیٹیاں صاحب اولاد ہیں۔ چار بیٹے اور دو بیٹیاں غیر شادی شُدہ ہیں۔ دُعا ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ مولانا کے بچّوں کا حامی و ناصر ہو اور تمام مشکلات میں اُن کی مدد فرمائے اور اُنہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے مولانا کے بیٹوں کے نام محمد صدّیق، محمد عمر، محمد عثمان، محمد علی اور محمد معاویہ ہیں۔ تین صاحبزادے حافظ قرآن ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ مولانا کی کوششوں کے باوجود کوئی بیٹا تا حال عالم نہیں بن سکا۔

مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے پانچ بھائیوں کو سوگوار چھوڑا۔ حکیم محمد سلیم صاحب اوکاڑہ، پروفیسر میاں محمد افضل ساہیوال، قاری محمد اشرف فاروقی صاحب لیہ، محمد اکرم ارشد صاحب کراچی، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی دار العلوم کبیر والا۔ اس کے علاوہ مولانا نے بڑی تعداد میں نواسے نواسیاں، بھتیجے، بھتیجیاں، ایک عدد پوتا اور مسلک دیوبند کے لاکھوں عُلماء، طلباء اور عوام کو اپنی جُدائی اور فراق کے غم میں مُبتلا کر دیا۔ جس کا اجر خُدا تعالیٰ کے پاس ہے۔

○

بقیہ: موجودہ معاشرہ ایک نظر میں

اپنی زندگی کا مقصد بنائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو، سورۂ آلِ عمران میں فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبّت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

○

مولانا قاری شریف احمد صاحب
خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن۔ کراچی

کفایت المفتی کے مرتب و جامع

مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف رحمۃ اللہ علیہ

۲۰ رجب ۱۴۰۷ھ بمطابق ۳۱ مارچ ۱۹۸۷ء کو پاکستانی اخبارات میں یہ اندوہناک خبر شائع ہوئی کہ مفتی اعظم ہند مولانا محمد کفایت اللہ نور اللہ مرقدہٗ کے بڑے صاحبزادے مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی کا دہلی میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اس کے بعد مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد قاسم کا دہلی سے اطلاعی خط آیا۔ اس سانحہ کا پڑھ کر طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کو تعزیتی خط لکھا۔ اس حادثہ کے بعد اپنے زمانہ طالب علمی کے مدرسہ امینیہ دہلی کا نقشہ آنکھوں میں گھومنے لگا۔

مَیں نے علم نحو کی مشہور کتاب "کافیہ" تک کی تعلیم حضرت مفتی اعظم رحؒ کی سرپرستی میں حاصل کی۔ یہ ۱۹۳۲ء کی بات ہے۔ اسی زمانہ میں حضرت مفتی اعظم ملتان جیل میں سیاسی مہمان تھے اور مدرسہ امینیہ کی موجودہ مسجد نئی تعمیر ہوئی۔ ۱۹۳۳ء میں حضرت مفتی صاحبؒ رہا ہوکر دہلی تشریف لائے۔ اس زمانہ میں میری رہائش پہاڑ گنج میں تھی جو مدرسہ امینیہ کشمیری گیٹ سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہاڑ گنج سے میں روزانہ مدرسہ پیدل آیا جایا کرتا تھا۔ اب یہ خواب کی بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ اس زمانہ کی گزری ہوئی تاریخی بات

---

[1] حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصفؒ کے انتقال پر یہ مضمون ۱۹۸۷ء میں لکھا گیا اور ماہنامہ برہان دہلی اور اس کے بعد ماہنامہ بینات کراچی میں شائع ہوا۔ (شریفی)

تھی جو بلا ارادہ قلم سے نکل گئی۔ ورنہ میں تو یہ بیان کر رہا تھا کہ کافیہ تک کی تعلیم مدرسہ امینیہ میں حاصل کی اس زمانہ میں مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب (جن کو اب رحمہ اللہ لکھتے ہوئے کلیجہ مُنہ کو آتا ہے) مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھ رہے تھے گویا اب مولوی بن کر فارغ ہونے کے قریب تھے۔ چونکہ مجھ سے بہت آگے تھے۔ ہم سبق نہ ہونے کی وجہ سے تعلقات کا سلسلہ صرف "السّلام علیکم" تک محدود تھا۔ ویسے میرے دل میں (اس وجہ سے کہ آپ مفتی اعظمؒ کے صاحبزادے ہیں) بڑی عزّت تھی۔ آپ کا زیادہ تعلّق مولوی محمد فاروق صاحب دہلوی سے تھا۔ یہ بھی مدرسہ امینیہ میں پڑھتے تھے۔ آج کل شاید دہلی میں "بچّوں کے گھر" سے منسلک ہیں۔

تقسیمِ ہند سے قبل میں نئی سڑک کی مسجد حوض والی میں پڑھایا کرتا تھا اس لیے حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہتی تھی۔ تقسیم کے بعد پاکستان آگیا اس لیے زیارت خط و کتابت میں تبدیل ہوگئی۔ جب کسی فتوے کی ضرورت پڑتی تو میں دہلی اپنے ایک دوست کے پاس فتویٰ بھیج دیتا۔ وہ حضرت مفتی صاحبؒ سے جواب لے کر بھیج دیتے۔ براہِ راست اس لیے نہیں بھیجتا تھا کہ مفتی صاحبؒ پر ڈاک خرچ کا بار نہ پڑے۔

پاکستان پہنچ کر میں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے اجازت لے کر تبلیغ دین کی نیت سے "اُصول اسلام" کا چارٹ (جو اکثر مساجد میں آویزاں رہتا ہے) شائع کیا اس کی چند کاپیاں مفتی صاحبؒ کی خدمت میں بھیجیں تو آپ کا جواب آیا۔

محترم قاری صاحب دام مجدہم

بعد سلام مسنون عرض ہے نقشہ مطبوعہ پہنچا، جزاکم اللہ خیرًا فی الدّنیا والآخرۃ۔ جناب کی سعی خیر حق تعالیٰ قبول فرمائے اور جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ۔ دہلی

۱۰/ شعبان ۱۳۷۰ھ

اس کے بعد بھی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ حتّٰی کہ ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۲ء مطابق ۱۴/ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ کی شب میں علم و فضل کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اب تک تو مفتی صاحبؒ سے خط و کتابت کے ذریعہ تعلقات قائم تھے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ

سلسلہ ان کے بڑے صاحبزادے مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب کی طرف منتقل ہوگیا اور یہ سلسلہ تعزیتی خط سے شروع ہُوا۔

مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب سے تعلقات کی تجدید

مولانا سے شناسائی تو زمانہ طالب علمی سے تھی۔ اس کے بعد کتب خانہ رحیمیہ میں ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ میرے پاکستان آجانے کے بعد جب بھی آپ کا پاکستان آنا ہُوا تو مجھے اطلاع نہ ہوتی اور مولانا ملاقات کے لیے خود ہی تشریف لے آتے۔ یہ اُن کی کرم فرمائی اور عزّت افزائی کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرماتے۔ آمین

حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات پر مَیں نے مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب کو تعزیتی خط لکھا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ کے خط نے میرے زخموں پر مرہم کا کام کیا۔ آپ سے درخواست ہے کہ حضرت والد صاحبؒ کو اپنی دُعاؤں میں ضرور یاد رکھا کریں۔

مفتی اعظمؒ اور اُن کے فتاویٰ کی اہمیّت

دہلی کی جامع مسجد میں مفتی صاحبؒ کی صدارت میں بعد جمعہ ایک اہم جلسہ تھا، جس میں حضرت مدنیؒ اور دوسرے علماء شریک تھے۔ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نے تقریر کرتے ہُوئے فرمایا:

"مَیں دُنیائے اسلام میں گھوما پھرا ہوں مگر مولانا کفایت اللہ جیسا مفتی دُنیائے اسلام میں نہیں دیکھا۔"

حضرت مولانا سیّد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ابوحنیفۂ وقت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا احمد سعیدؒ نے ایک تقریر میں فرمایا۔ مَیں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ کم و بیش ایک لاکھ مسائل کا ذخیرہ آپ کے سینے میں محفوظ ہے۔

اور یہ بات تو ہم لوگ برابر مشاہدہ کرتے رہتے تھے کہ جہاں کوئی شخص فتویٰ لے کر آیا فوراً اس کا جواب لکھ کر اس کے حوالہ کر دیا۔

ایک مرتبہ میں مدرسہ امینیہ سے آپ کے ساتھ آ رہا تھا آپ اکثر کوڑیا پل سے اُتر کر فوارہ تک پیدل

آتے وہاں سے ٹرام میں بیٹھ کر جامع مسجد اُتر جاتے وہاں سے گھر تشریف لے جاتے۔ آپ پل پر ہی تھے کہ ایک صاحب سے آپ کی علیک سلیک ہُوئی۔ دریافت فرمایا، کیا بات ہے ؟ اُنھوں نے عرض کیا حضرت فتوٰی تھا۔ آپ پُل سے نیچے اُترے وہاں پٹرول پمپ تھا۔ شاید اب بھی ہو۔ آپ اس کے مالک سے اجازت لے کر وہیں چارپائی پر بیٹھ گئے اور فوراً جواب لکھ کر اس کے حوالے کیا اور فرمایا مُہر میرے پاس نہیں مدرسہ آکر لگوالینا۔

آپ کے فتوٰی میں خاص بات یہ ہوتی کہ مختصر اور جامع ہوتے اور ہر مکتبۂ فکر کا آدمی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا تھا۔ نئی سڑک پر پڑھانے کے زمانہ میں میرا کوچہ قابل عطار میں قیام تھا وہاں بعض اہلِ حدیث حضرات بھی رہتے تھے کسی مسئلے میں یہ حضرات مفتی صاحبؒ سے رجوع کرتے اس کے بعد اپنے عُلماء کے پاس جاتے اور مفتی صاحب کا جواب نقل کرتے تو وہ حضرات اس کی تصدیق کرتے اور اگر فتوٰی ہوتا تو جواب دیتے کہ مفتی صاحب کے بعد اور کسی کے الجواب صحیح لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اتنے اہم فتاوٰی کو یکجا کرنے کی اشد ضرورت تھی تاکہ آنے والی نسلیں اُن سے فیض یاب ہوتی رہیں اور ضائع ہونے سے بھی محفوظ ہو جائیں۔ یہ کام جتنا اہم تھا اتنا ہی مشکل بھی تھا اس کے لیے صلاحیت، جذبہ اور تجربہ کی ضرورت تھی ایسے اہم کام کی انجام دہی کے لیے مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا اوّل تو آپ مفتی صاحبؒ کے صاحبزادے تھے۔ دوسرے آپ مستند عالم تھے اور تصنیف و تالیف کے علمی شوق کی وجہ سے اس کام کا تجربہ اور سلیقہ بھی تھا۔ پھر آپ کی ذمّہ داری بھی تھی۔

آپ کی حساس طبیعت کا اندازہ کرنے کے لیے مَیں ایک واقعہ کا ذکر کرنا مناسب اور برمحل سمجھتا ہوں مولانا سے خط و کتابت کا سلسلہ تو رہتا ہی تھا آپ کا نام لکھنے میں، مَیں کچھ غیر محتاط تھا کبھی حفیظ احمد لکھ دیتا تھا کبھی عبدالحفیظ۔ مولانا نے مجھے توجہ دلاتے ہُوئے لکھا:

"میرا نام حفیظ احمد یا عبدالحفیظ نہیں بلکہ حفیظ الرحمٰن ہے آئندہ خیال رکھیں، پتے میں آپ میرا نام غلط لکھا کرتے ہیں۔"

اس کے بعد میں محتاط ہوگیا اور مولانا حفیظ الرحمٰن واصؔف لکھنے لگا۔ چونکہ آپ شاعر بھی تھے اور نواب سائل دہلوی سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ واصؔف آپ کا تخلّص تھا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے مشہورِ زمانہ رسالہ "تعلیم الاسلام" کو واصف صاحب نے "درس الاسلام" کے نام سے چھ حصّوں میں نظم کیا ہے۔

اپنے اس خیال کے سلسلے میں کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاوٰی جمع کرنے کا اہم کام اور کوئی انجام نہیں دے سکتا میں نے ایک خط مفتی حفیظ الرحمٰن صاحبؒ کی خدمت میں لکھا آپ کا جواب آیا۔

"حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوٰی کی تبویب و ترتیب کا کام احقر دو سال سے کر رہا ہے۔ باوجودیکہ مسلسل اور متواتر کام ہو رہا ہے مگر ابھی بہت کام باقی ہے۔ آپ سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اس اہم اور عظیم الشان کام کو خیر و خوبی کے ساتھ جلد انجام کو پہنچا دے۔ آمین۔"

حفیظ الرحمٰن واصفؔ

۶ محرم ۱۳۷۵ھ

مفتی اعظمؒ کے فتاوٰی "کفایت المفتی" کی شکل میں

مفتی حفیظ الرحمٰن صاحبؒ کے اس گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ فتاوٰی کی جمع و تبویب کا کام جاری ہے پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی اور دل کی گہرائیوں سے اس کی تکمیل کے لیے دعا نکلی۔ جیسا کہ میں پیچھے عرض کر چکا ہوں بڑا اہم دشوار اور محنت طلب کام تھا کیونکہ کم و بیش ۵۰ سال مفتی اعظمؒ نے خدمتِ افتاء انجام دی آپ کے نصف صدی کے فتاوٰی خدا جانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے لیے واقف و راز داں کی بھی ضرورت تھی۔ اس کے لیے مفتی حفیظ الرحمٰن کے علاوہ میرے خیال میں اور کوئی شخصیت نہیں تھی اس راہ کی دشواریوں کو جناب واصفؔ صاحب کفایت المفتی جلد اوّل کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"فتاوٰی کس طرح اور کہاں کہاں سے جمع کیے گئے۔ فتاوٰی کا ذخیرہ کہاں سے حاصل کیا جائے اور کیونکر مہیا کیا جائے، مدرسہ امینیہ میں جو کچھ تھا وہ ناکافی تھا۔"

پھر حسرت بھرے الفاظ میں لکھتے ہیں:

"افسوس کہ نقول فتاوٰی کو محفوظ رکھنے کا معقول انتظام کبھی نہیں کیا گیا۔ مفتی اعظمؒ نے ۱۸۹۸ء مطابق ۱۳۱۶ھ سے فتوٰی لکھنا شروع کیا اور ۱۹۰۳ء ۱۳۲۱ھ میں دہلی تشریف لائے لیکن مدرسہ امینیہ میں نقولِ فتاوٰی کا سب سے پہلا رجسٹر ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء سے شروع ہوا۔ یعنی چھتیس برس بعد نقول فتاوٰی کا سلسلہ شروع

ہُوا، مگر یہ انتظام بھی ناکافی اور ناقص تھا۔ مدرسہ میں آپ کی حیات میں صرف پانچ عدد رجسٹر نقول فتاوٰی کے تیّار ہُوئے چار رجسٹر بھرے ہُوئے ہیں۔ چوتھے رجسٹر میں آخری فتوٰی مورّخہ ۲۷ ر ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ (اکتوبر ۱۹۴۴ء) کا ہے۔ اس کے بعد آپ کی وفات تک آٹھ برس کی مُدّت میں پانچویں رجسٹر میں صرف پچیس فتوے درج ہیں۔ ان رجسٹروں میں حضرت مفتی اعظم رح کے فتاوٰی کے علاوہ نائب مفتی حضرت حبیب المرسلین صاحب اور دیگر نائبین و تلامذہ کے فتاوٰی بھی مخلوط ہیں ، ان سب رجسٹروں کے کل فتاوٰی کی تعداد ۲۸۱۴ ہے۔ اسی طرح حضرت مفتی اعظم رح جمعیۃ عُلماء ہند کے یوم تاسیس سے ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء تک تقریباً بیس سال صدر رہے۔ سہ روزہ "الجمعیۃ" اسی عہد مسعود کی یادگار ہے۔ اس میں ایک کالم مستقل فتاوٰی کے لیے مخصوص تھا "حوادث و احکام" کے عنوان سے آپ کے فتاوٰی اخبار مذکور میں شائع ہوتے تھے۔ اس کا فائل نہ تو اخبار کے دفتر میں موجود تھا نہ جمعیۃ عُلماء کے دفتر میں موجود تھا ، نہ کسی لائبریری میں ، بہرحال اللہ کا نام لے کر اخبار کے پرچے جمع کرنے شروع کیے اور کچھ نہ پُوچھیے کہ کیسی مشکلوں سے پانچ چھ برس لگاتار دیوانہ وار جستجو میں لگے رہنے اور رقم کثیر خرچ کرنے کے بعد فائل جمع ہُوا۔"

مزید اہتمام :

"آپ کے فتاوٰی کے جمع کرنے کا بار بار اعلان کیا گیا۔ جب باہر سفر میں جانے کا اتفاق ہُوا تو لوگوں کو توجّہ دلائی گئی اس طرح بھی کچھ فتوے دستیاب ہُوئے۔ کچھ نقول فتاوٰی کی کتابیں گھر میں محفوظ تھیں۔ کچھ فتاوٰی مطبوعہ کُتب میں موجود تھے۔ غرض جو کچھ بھی جہاں سے ملا مجموعہ میں شامل کیا گیا اور اس مجموعہ کا نام "کفایت المفتی" رکھا گیا۔"

ان معروضات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان فتاوٰی کے جمع و تدوین کے کٹھن کام کو مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب رح نے کس محنت اور جانفشانی سے انجام دیا۔ یہ مہینہ دو مہینہ سال دو سال کا کام نہ تھا بلکہ اس میں کئی سال

صرف ہوئے۔ جیسا کہ خود حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

"حضرت (مفتی اعظمؒ) کی وفات کے بعد سے یہ کام اب تک جاری ہے اور قارئین کرام متحیر ہوں گے کہ سولہ برس میں بھی "کفایت المفتی" منظرِ عام پر نہ آسکا"

بہرحال عرصۂ دراز کے بعد جناب مولانا واصف صاحبؒ کی طرف سے یہ خوشخبری ملی کہ کفایت المفتی نو جلدوں میں چھپ کر تیار ہوگئی۔

یہ خوشخبری ملتے ہی مَیں نے فوراً مُبارکباد کا خط لکھا۔ اس کے بعد مارچ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے اجلاسِ صد سالہ پر دیوبند جانا ہُوا تو دہلی پہنچ کر مولانا کی خدمت میں بالمشافہ مُبارکباد پیش کی۔ مولانا اُردو بازار میں واقع ایک مکان کی بالائی منزل میں قیام پذیر تھے۔ کافی دیر تک خدمت میں بیٹھا رہا۔ بڑی محبت سے پیش آئے اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ شربت وغیرہ سے تواضع فرمائی۔ صاحبزادوں سے تعارف کرایا، لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ آج کے بعد دوبارہ ملاقات نہ ہوگی اور یہ آخری ملاقات ثابت ہوگی۔ اس کے بعد پاکستان واپس آگیا۔ آخر ایک دن اخبارات میں یہ رُوح فرسا خبر پڑھ لی کہ مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی کا دہلی میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اگرچہ ایسی باکمال ہستی کی وفات پر صدمہ فطری بات ہے مگر اس پر سکون تھا کہ "کفایت المفتی" مکمّل کر کے رُخصت ہُوئے۔

کفایت المفتی زندۂ جاوید کارنامہ

واقعہ یہ ہے کہ "کفایت المفتی" مرتب فرما کر مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زندہ جاوید کارنامہ انجام دینے کے ساتھ ساتھ قیامت تک کے لیے صدقہ جاریہ کا چشمہ جاری کر دیا۔ اب جو بھی اس سے استفادہ کرے گا اس کے دِل سے دُعائیں نکلیں گی۔ اگر یہ فتاوٰی مرتّب نہ ہوتے تو نہ معلوم کہاں کہاں پڑے ہوتے، کیا ان کا حشر ہوتا اور دُنیا اس چشمۂ فیض سے محروم ہی رہتی۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مفتی حفیظ الرحمٰن صاحبؒ دونوں پر وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ مفتی اعظمؒ خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ظفر محل کی دیوار سے متصل میٹھی نیند سو رہے ہیں اور مفتی حفیظ الرحمٰن صاحبؒ کو ایسی قابلِ رشک جگہ نصیب فرمائی جہاں دفن ہونے کی بڑے بڑے

(باقی ص ۶۳)

انتقال پر ملال

○

انجمن سپاہِ صحابہ کے سرپرست حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ۳ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۰ء کو طویل علالت کے بعد فیصل آباد میں انتقال فرماگئے۔ اِنّا للہِ واِنّا الیہ راجعون۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ ملک کے شعلہ بیان خطیب تھے۔ تمام زندگی توحید کی اشاعت ناموسِ صحابہ کی حفاظت اور ردِ بدعات میں صرف کر دی۔ اکابر دیوبند سے مولاناؒ کو والہانہ عشق تھا۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جاتے ہوئے دورانِ سفر حضرت سیّد نفیس رقم صاحب مدظلہم نے راقم کو بتلایا کہ تقسیمِ ہند کے بعد مولانا خاص طور پر ہندوستان حضرتِ اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی خدمتِ اقدس میں بیعت ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے اور حضرتؒ کے دستِ اقدس پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی خدمتِ دینیہ کو قبول فرماکر جنّت کے اعلیٰ درجہ میں جگہ عطاء فرمائے اور مولانا کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر فرمائے آمین

○

گزشتہ ماہ رمضان میں جامعہ مدنیہ جدید کے ناظم جناب مولوی یعقوب صاحب کے خسر صاحب طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئے۔ مرحوم بہت نیک دل انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماکر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق ہو۔

○

۱۱ رمضان المبارک کو جامعہ جدید کے معاون جناب اسد صاحب کی دادی صاحبہ طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئیں۔ مرحومہ نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی لغزشوں سے دَرگزر فرماکر جنّت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے۔ اسد صاحب اور دیگر سب برادران کو اس صدمہ پر اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔ جملہ مرحومین کے لیے جامعہ جدید میں ایصالِ ثواب اور دُعاء مغفرت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ جملہ قارئین سے بھی یہی درخواست ہے۔

أَلْأُمُّ مَدْرَسَۃٌ إِذَا أَعْدَدْتَھَا
ماں ایک ایسا مدرسہ ہے اگر تُو نے اِسے تیار کر دیا

أَعْدَدْتَ شَعْبًا طَیِّبَ الْأَعْرَاقِ
تو اعلیٰ اور عُمدہ نسل کی ایک قوم تیار کر دی

بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کا عظیم منصوبہ

الجامعة المحمدية للبنات

داخلہ

كُلِّيَّةُ الشَّرِيْعَةِ وَأُصُوْلِ الدِّيْنِ

چھ سالہ عالمہ کورس (ایم اے عربی و اسلامیات)

طالبہ اِس مرحلے میں علومِ عربیہ اور دینیہ میں سے صرف، نحو، بلاغۃ، عربی ادب، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فرائض، اسلامی تاریخ اور سیرت کی تعلیم حاصل کرے گی اور علومِ عصریّہ میں سے وہ جُملہ علوم حاصل کرے گی جو عورتوں کے ساتھ مختص ہیں یا اسلامی معاشرے کی مصلحت اس کی متقضی ہے تاکہ جہاں وہ اِسلامی اور عصری ثقافت سے مکمل طور پر آگاہ اور باخبر ہو، وہاں اِس دَور کی نئی نسل کی تربیت پر بھی قادر ہو، اور ایک عظیم ماں، مثالی بیوی، بیدار مغز بہن اور پابندِ شریعت بیٹی کا کردار ادا کر سکے۔

كُلِّيَّةُ الشَّرِيْعَةِ وَأُصُوْلِ الدِّيْنِ بِالْجَامِعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ لِلْبَنَات کا چھ سالہ نصابِ تعلیم اور قواعد وضوابط (prospectus) آپ جامعہ کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں یا بذریعہ ڈاک منگوا سکتے ہیں۔

كُلِّيَّةُ الشَّرِيْعَةِ وَأُصُوْلِ الدِّيْنِ میں شروط کے مطابق
داخلہ
جاری ہے

بیرونی طالبات کے لئے

کھانے پینے اور رہائش کی تمام سہولتوں سے آراستہ وسیع وعریض دار الاقامۃ موجود ہے

كُلِّيَّةُ الشَّرِيْعَةِ وَأُصُوْلِ الدِّيْنِ میں داخلہ کی شروط:

○ طالبہ کی عُمر ۱۸ سال سے زائد نہ ہو۔ ○ طالبہ نے میٹرک کا امتحان کم از کم (سی) گریڈ میں پاس کیا ہو۔

غلام مصطفیٰ حسن مہتمم الجامعۃ المحمدیۃ للبنات ۸۶-اے کشمیر روڈ، غلام محمد آباد فیصل آباد ○ پاکستان
Phone : (0092) 41 - 691700 / 681700 Fax : (0092) 41 - 682700

(قسط : ۱)

مسقط خطرناک سازشوں کی زد میں

خلیج کے اہم ملک عمان میں فتنہ خوارج کے حیران کن اثر و رسوخ
اور دینی اقدار کی سرکاری سطح پہ پامالی کی اہم رپورٹ

محمدّ ابراہیم خان

خلیج کا اہم ملک عمان (مسقط) جسے عام طور پر ایک صحیح العقیدہ اسلامی عرب ریاست باور کیا جاتا ہے درحقیقت بدترین معاشرتی بگاڑ اور عالم اسلام کے نزدیک صدیوں پہلے دُنیا سے ناپید ہو جانے والے تاریخ اسلام کے رسوا کن فتنہ "خوارج" کی جولان گاہ اور ایک مضبوط گڑھ کی حیثیّت رکھتا ہے۔ یہاں فتنہ خوارج کو حکومتی سطح پر گزشتہ سو سال سے زائد عرصہ تک نہایت خاموشی اور رازداری کے ساتھ فرقہ "اباضیہ" کے نام سے بھرپُور ترویج و فروغ حاصل رہا ہے۔ اس سلسلہ میں سلطنت عمان کے انتہائی باخبر اور حساس اندرُونی ذرائع نے "ضربِ مومن" کو عمان میں خوارج کی فرقہ "اباضیہ" کی آڑ میں جاری خطرناک سرگرمیوں سے آگاہ کرتے ہوئے اسلام مخالف حیرت انگیز حکومتی اقدامات، عمان میں خوفناک مذہبی انحطاط اور معاشرتی بگاڑ کے حوالے سے معلومات افزا، سنسنی خیز انکشافات پر مبنی تفصیلات سے آگاہ کیا ہے۔

ذرائع کے مطابق عمان میں فتنہ خوارج کے از سرِ نو احیاء و فروغ کی ابتدائی کوششیں عمان کے سابق سلطان ترکی کے دورِ حکومتی میں شروع کی گئیں۔ سلطان ترکی "اباضی" عقائد کا عامل تھا جس نے فرقہ اباضیہ کے بانی عبداللہ ابن اباض سے متأثر ہو کر اس مذہب کو اختیار کیا۔ عبداللہ ابن اباض درپردہ فتنہ خوارج کا ایک خُفیہ داعی اور زبردست مبلّغ تھا مگر خوارج کی بدنام شہرت کے باعث وہ یہ نام استعمال کرنے کی جُراَت کر سکا، تاہم اس نے مکمّل خارجی عقائد پر مشتمل فتنے کو "اباضیہ" کا نام دے کر اس کی آڑ میں خوارج کے عقائد کا پرچار شروع کر دیا اور جلد ہی عمان کا حکمران خاندان اس کے زیرِ اثر آ گیا۔ لہٰذا سلطان ترکی کے بعد اس کے جانشینوں سلطان فیصل، سلطان تیمور، سلطان سعید اور موجودہ سلطان قابوس نے بھی فرقہ اباضیہ کے

نام پر فتنہ خوارج کی ترقی و ترویج کے لیے خُفیہ و علانیہ اپنی بھرپُور کوششیں جاری رکھیں اور اس مقصد کے لیے ہر ہتھکنڈہ استعمال کیا جاتا رہا۔ بھارت و برطانیہ میں تعلیم پانے والے موجودہ سلطان قابوس نے شادی نہیں کی نہ ہی اُن کا کوئی حقیقی بھائی ہے۔ سلطان قابوس نے اپنے زاد تو ینی بن شہاب کو ولی عہد نامزد کیا ہے جو بجائے خود فرقہ اباضیہ کا زبردست حامی اور پُرجوش داعی ہے۔

ذرائع کے مطابق سلطنت عمان عملی طور پر عرصہ دراز سے تاج برطانیہ کی ایک نوآبادیاتی اور طفیلی ریاست کی حیثیت رکھتی ہے جہاں فوج، پولیس اور مالیاتی اداروں سمیت بیشتر حساس اور اہم سرکاری عہدوں پر غیر مسلم انگریز فائز ہیں جنہیں حکومتی پالیسیوں کے اجراء و نفاذ کے لیے مکمّل اختیارات حاصل ہیں جبکہ یہی وہ ملک ہے جس کے معروف شہروں "مترہ" اور "میصرۃ" میں برطانوی مسلح افواج کو خلیج میں سب سے پہلے اپنے فوجی اڈے قائم کرنے کی اجازت دی گئی۔ مترہ کے ساحل پر برطانیہ کا ایک جنگی بحری بیڑہ تاحال لنگر انداز ہے یاد رہے "ضربِ مومن" اپنی گزشتہ اشاعتوں بالخصوص رنگین صفحات پر عالم اسلام کو بارہا خلیج میں مغربی طاقتوں کی خُفیہ علانیہ ریشہ دوانیوں اور خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں باقاعدہ نقشوں اور چارٹوں کی مدد سے تفصیلاً خبردار کرتا رہا ہے۔

ایشیا کے لیے جاری بی بی سی (برٹش براڈ کاسٹنگ) کے مشہور پروگراموں کا مرکز بھی عمان ہی ہے عمان کے جزیرے "میصرہ" میں اس مقصد کے لیے جدید ترین بوسٹرز اور اہم تنصیبات لگائی گئی ہیں جہاں سے تمام ایشیائی ممالک کو بے راہ روی اور فحاشی کی مستقل ڈوز فراہم کی جارہی ہے ذرائع کے مطابق عمانی حکومت کے حالیہ وقتوں میں کیے گئے اقدامات کے اور تاج برطانیہ کا وفادار اور آلہ کار ہونے میں مزید کسی قسم کے شک و شُبہہ کی اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ عمان میں انگریزوں کو کُھلی چھوٹ اور آزادی حاصل ہے، شراب نوشی عام ہے، مئے خانے (بار) قائم ہیں، انگریز عورتیں نیم عریاں حالت میں گھومتی پھرتی ہیں، ان کے لیے جابجا شبینہ کلب کُھلے ہُوئے ہیں اور یہاں خنزیر (سوّر) کا گوشت بازاروں میں کھلے عام ملتا ہے۔ عمان ٹیلیویژن کی نشریات بھی چوبیس گھنٹے جاری رہتی ہیں اس دوران تمام وقت فحش و عریاں انگریزی فلموں کی بھرمار ہوتی ہے۔ ہمہ وقت انگریز سیاحوں کے عمانی دَوروں پر مبنی پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور مصر کی عشقیہ و ہیجان خیز رومانوی فلموں، لچر و بازاری عورتوں کے بیہودہ اور نیم برہنہ رقص بھارت، لبنان اور فلپائن سمیت دُنیا کے مختلف ممالک کی بدنام زمانہ طوائفوں کے حالات زندگی اور انٹرویوز عمانی ٹی وی

کے خصوصی موضوعات ہیں اس طرح نئی نسل کو غیر محسوس انداز میں مذہب سے دُور کرتے ہُوتے بے حیائی و فحاشی کے عمیق گڑھوں میں دھکیلا جا رہا ہے۔

ذرائع کے مطابق "ادارہ ثقافت عمانی" کے زیرِ اہتمام حکومتی سرپرستی میں فرقہ "اباضیہ" کی تعلیمات اور افکار و نظریات سے متعلق ایک جامع اور ضخیم کتاب شائع کی ہے۔ جس میں درج فرقہ اباضیہ کے عقائد و نظریات پر مبنی مواد کی تصدیق و توثیق عمان کے مرکزی وزیرِ اوقاف (مذہبی امور) سمیت ملک کے بڑے بڑے مفتی اور عُلماء اپنے دستخطوں سے کر چکے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدّیق اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سمیت — تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو (نعوذ باللہ) کافر قرار دیا گیا اور اسے فرقہ اباضیہ کے عقائد کے حوالے سے ایک بُنیادی اور لازمی جز گردانا گیا ہے۔ مذکورہ سرکاری سطح پر عوام میں مفت تقسیم کی جاتی ہے۔

اہلِ اباضیہ خود کو ناجی جبکہ بقیہ دیگر تمام مُسلمانوں کو ابدی جہنمی سمجھتے ہیں۔ ان کی مختلف مذہبی کتابوں میں عمان کی وزارت مذہبی اُمور اور وزارتِ مذہبی اُمور اور وزارت ثقافت امور قومی سے باقاعدہ تصدیق شُدہ ہیں جہاں "اباضی" عقائد کی نہایت تعریف و توصیف کی گئی ہے، وہیں کبار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو (نعوذ باللہ) کافر مطلق، خلفائے راشدین کو خارج از اسلام اور قابلِ لعنت تحریر کیا گیا ہے۔

ذرائع نے بتایا ایران میں اہلِ سُنّت پر ظلم و زیادتی کی دلخراش داستانیں سُنائی جاتی تھیں، مگر ایک عرب اسلامی ریاست کی دعویدار سلطنت عمان میں فتنہ خوارج کے علمبرداروں نے ایرانیوں کو بھی شرما دیا ہے۔ عمانی حکومت نے اہل سُنّتِ والجماعت پر دیگر مظالم کے ساتھ ساتھ ان کے خلاف مذہبی حوالے سے بھی خوفناک اور شرمناک حربے استعمال کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت سے تعلّق رکھنے والے کسی بھی عالم دین اور صحیح العقیدہ عام مسلمان کو عمان کی مساجد میں اذان دینے، اقامت کہنے اور امامت کرنے کی قانوناً اجازت نہیں ہے۔ جواز کے طور پر کہا جاتا ہے کہ عمان میں امامت اقامت اور اذان کا حق صرف عمانی باشندوں کو حاصل ہے کسی غیر عمانی کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ مصر، الجزائر اور عراق سمیت ایسے متعدّد ممالک

کے مسلمانوں پر جہاں مسلم معاشرہ عمومی طور پر راسخ العقیدہ نہیں سمجھا جاتا ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عمانی حکومت دین کے اصل عقائد کی بیخ کنی کی کوششوں میں مشغول ہے اس ضمن میں بعض تعجب خیز واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے ذرائع نے بتایا کہ چند ماہ قبل عمان کے شہر "قرم" میں واقع سراغ رسانی کے مرکزی ادارے "وحدت التفتیش" میں ایک پاکستانی عالم دین کو محض اس جرم کی پاداش میں لے جایا گیا کہ انھوں نے کسی مسجد میں ایک نماز کی امامت کر لی تھی۔ نماز کے فوراً بعد ادارے کے اہل کاروں نے انھیں گرفتار کر لیا تاہم انھیں ابھی تفتیشی مرکز پہنچایا ہی گیا تھا کہ انکی اقتدار میں نماز پڑھنے والے مسلمانوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد پہنچ گئی اور انھوں نے مذکورہ عالمِ دین کی گرفتاری پر سخت احتجاج کرتے ہوئے ادارے کے مقامی سربراہ سے مطالبہ کیا کہ انھیں رہا کر دیا جائے مظاہرین کا کہنا تھا کہ شراب پینا، چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، زنا کرنا اور قتل و غارت جرائم کہلاتے ہیں محض نماز پڑھا دینے پر ایک عالمِ دین کی گرفتاری کیا معنٰی رکھتی ہے؟ مگر حیرت انگیز طور پر ادارے کے ذمہ دار نے جواب دیا کہ چوری ڈاکہ زنا اور قتل و غارت معمولی جرائم ہیں اس شخص نے سنگین جرم کیا ہے اور ایک غیر عمانی ہو کر عمان میں نماز پڑھانے کی جرأت کی۔ ایک مسلمان بزرگ نے قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اسلام میں عربی اور عجمی کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے، فاسق و فاجر ڈاڑھی منڈوں کے درمیان اگر کوئی صالح اور باشرع مسلمان موجود ہو تو صرف وہی امامت کے لائق ہے مگر ادارے کے اس بدبخت اہل کار نے شریعت کے ان کھلے احکامات کو قطعی طور پر رَد کرتے ہوئے جواب دیا کہ ہمارے قانون میں یہی ہے کہ امامت صرف عمانی ہی کرائے گا کسی بھی غیر عمانی کے لیے امامت کرنا ممنوع ہے اگر بوقتِ نماز امام دستیاب نہ ہو ہر شخص علیحدہ علیحدہ اپنی نماز ادا کرے۔ بعد ازاں مظلوم مسلمان کو حوالہ زندان کر دیا گیا۔

اسی طرح بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والے ایک مسلمان نے مسجد میں اذان دے دی، ابھی وہ جائے نماز پر بیٹھے ہی تھے کہ پولیس نے مسجد میں داخل ہو کر انھیں گرفتار کر لیا، اُن کی حمایت میں بھی جب مقامی مسلمانوں کا جمِ غفیر جمع ہونے لگا تو پولیس اہلکار سخت مشتعل ہو گئے اور اس غریب مؤذن کو اس قدر تشدد کا نشانہ بنایا گیا کہ اس کی ایک آنکھ اور بایاں رخسار سوج گیا۔ انتہائی مار پیٹ کے بعد اس غریب الوطن کے خلاف حکومت کے اہلکاروں نے حکومت مخالف سازش کا الزام عائد کرتے ہوئے مقدمہ قائم کر دیا اور اس پر یہ الزام بھی عائد کیا گیا کہ اس نے لوگوں کو ورغلا کر اپنی حمایت پر آمادہ کیا تھا ایک اور واقعہ

ہے کہ بنگلہ دیش ہی کے ایک عالم دین کو امامت کرنے پر گرفتار کر لیا گیا۔ مذکورہ عالم دین اس وقت عربی لباس زیبِ تن کیے ہوئے تھے انہیں بغیر کسی پس و پیش کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ جیل پہنچتے ہی اُنہیں حکم دیا گیا کہ عربی لباس اُتار دیں اور اپنا کُرتہ شلوار پہنیں، عالمِ دین نے عذر پیش کیا کہ اُنہیں مسجد سے براہِ راست گرفتار کر لیا گیا ہے ان کے پاس دوسرا لباس نہیں ہے جسے وہ پہن سکیں۔ لہٰذا اُن کے ساتھ کچھ رعایت کی جائے مگر جیل حکام نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کچھ دیر اپنی بات پر اصرار کیا۔ بعدازاں اس عالم دین کو زبردستی بے لباس کر دیا گیا، اُنہیں ایک باریک سی چادر فراہم کی گئی جس سے وہ بمشکل اپنا ستر ڈھانپنے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔

ذرائع نے مسقط کے ایک مقامی عالم دین کے حوالے سے مزید بتایا کہ ان کی مسجد کی دیوار کے ساتھ چند اوباش لڑکے اکثر شراب نوشی کرتے ہیں، ایک مرتبہ ایک شرابی نشہ میں دھت محراب میں آکر سو گیا۔ ـــــ عالم کے مطابق جب وہ عصر کی اذان کے لیے مسجد پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس بدبخت نے محراب میں پیشاب کیا ہوا ہے، عالم نے فی الفور پولیس کو واقعہ کی اطلاع دی۔ پولیس اگرچہ اس وقت لڑکے کو گاڑی میں ڈال کر لے گئی مگر ان عالمِ دین کے بقول اگلے روز ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب وہی لڑکا حسبِ معمول اپنے انہی بد قماش ساتھیوں کی معیت میں مسجد کے دروازے میں بیٹھا شراب نوشی میں مشغول تھا۔ مذکورہ عالم دین نے بتایا کہ مجھے دیکھ کر شرابیوں نے جس حقارت و استہزاء کا اظہار کیا میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ عالم کے مطابق ان لڑکوں کے باعث اب وہ اس قدر تنگ اور زچ ہو چکے ہیں کہ چاہتے ہیں نقل مکانی کر جائیں۔ ذرائع کے مطابق یہ دردناک واقعات محض ایک جھلک ہیں جن سے اباضیوں کے دلوں میں صحیح العقیدہ عُلمائے کرام اور عام مُسلمانوں کے ساتھ تعصب کا اندازہ ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف نہ صرف ایرانی عمان میں مکمّل مذہبی آزادی رکھتے ہیں بلکہ ہندو، عیسائی اور یہودیں کو بھی تمام تر مذہبی حقوق حاصل ہیں اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ پُورے خلیج میں صرف عمان وہ واحد ملک ہے جہاں ہندوؤں کے متعدّد مندر واقع ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ ہندوؤں کو مندر بھی عمانی حکومت نے خود اپنے سرکاری خرچ پر تعمیر کر کے دیے ہیں۔ صرف مسقط اور مِرہ میں ہندوؤں کے چار مندر ہیں، اسی طرح عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی ہر طرح کی آزادی حاصل ہے ان کے چرچ رگرجے اور معبد قائم اور بارونق ہیں جبکہ ایرانی عبادت خانے بھی بڑی تعداد میں ہیں۔ مقامی سطح پر اپنوں کو بھی یہود و نصاریٰ اور ہنود کی طرح

ہر قسم کی آزادی اور تمام تر مذہبی حقوق حاصل ہیں اگر کسی قسم کی قدغن یا مذہبی روک ٹوک عائد کی گئی ہے تو وہ صرف پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کے صحیح العقیدہ علمائے دین اور عام مُسلمانوں پر !!!

اہلِ سُنّت والجماعت کے عقیدے کے حامل علماء کرام اور عام مُسلمانوں کو "عمانائزیشن" کی خود ساختہ اصطلاح کی آڑ میں قانونی طور پر امامت، اقامت اور اذان کی ادائیگی جیسے مسلمہ اسلامی حقوق سے جبراً روک دیا گیا۔ ذرائع کے مطابق دلچسپ بات یہ ہے کہ غیر مُسلمانوں کے مذہبی مقامات مندروں، گرجوں، معبدوں اور گردواروں میں نہ تو کوئی پولیس اہل کار داخل ہو سکتا ہے نہ ہی ان کے معمولات و معاملات میں کسی قسم کی کوئی مداخلت کی جا سکتی ہے لیکن اس کے برعکس صحیح العقیدہ مسلمانوں کے ساتھ حکومتی سطح پر زبردست امتیازی سلوک برتا جاتا ہے انہیں مسجد سے بلاجواز گرفتار کر لیا جاتا ہے اور بسا اوقات بد ترین تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ذرائع کے مطابق تعجب خیز امر یہ ہے کہ اگرچہ "اباضیہ" کے عقائد میں حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے مگر ایرانی گورنمنٹ اور حکومت عمان کے درمیان انتہائی خوشگوار اور قریبی تعلقات قائم ہیں۔ پورے خلیج میں ماسوائے عمان کے ایرانیوں کو مسلمہ شعائر اسلام سے ماوراحرکات کی مذہب کے نام پر اجازت نہیں صرف عمان میں اُنہیں عبادت و مذہبی رسومات کے عنوان سے ناروا حرکتوں کی اجازت دی گئی ہے۔ ذرائع کے مطابق عمان میں بسنے والے غیر مسلم اپنے کسی بھی مذہبی رہنما کو عمان کے دَورے کی دعوت دے کر بلوا سکتے ہیں اور اُنھیں اپنے پاس ٹھہرا سکتے ہیں مگر پاکستان بنگلہ دیش اور بھارت سے کوئی صحیح العقیدہ عالم دین عمان میں رہنے والے مُسلمانوں کی دعوت پر وہاں کا دَورہ نہیں کر سکتا حتّٰی کہ خود عمان میں قبل ازیں بعض صحیح العقیدہ مُسلمان وزراء نے جب ذاتی رقوم صرف کر کے مساجد بنوائیں حکومت کی طرف سے ان میں بھی اباضی ائمہ کا تقرر کر دیا گیا جس پر عمان میں نسبتاً اعلیٰ حیثیت کے حامل صحیح العقیدہ مُسلمان بھی اعتراض کی جُرأت نہیں کر سکے، قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب حکومت میں شامل افراد کا یہ حال ہے تو عام لوگوں کے خوف کا بخوبی احساس کیا جا سکتا ہے۔

مزید برآں "اباضیہ" کے تعصب کی ایک اور بدترین مثال عمان میں دینی مدارس کی اجازت نہ دینا ہے جس کے باعث صحیح العقیدہ مُسلمان اسلامی علوم کی تحصیل کے لیے اپنے بچّوں کو دیگر برادر مسلمان ممالک بھیج دیتے ہیں جہاں پر طلبہ کرام عمان گورنمنٹ سے چوری چھپے اکتسابِ علم کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ طلبہ کرام "اباضیہ" کی نظروں میں آجائیں تو بسا اوقات اندرون ملک اُنہیں اور اُن کے اہلِ خاندان کو شدید مشکلات

اور اذیّت ناک صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے اس ضمن میں ذرائع نے ایک ایسے اباضی عالم دین کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ مذکورہ عالم سعودی عرب سے واپسی کے بعد اپنے اباضی مذہب سے تائب ہو گیا تھا لہٰذا عمان واپس پہنچتے ہی اسے دردناک حالات سے دوچار کر دیا گیا اس کی ملازمت ختم کر دی گئی جس کے بعد سے یہ عالم دین مسقط سٹی میں انتہائی نامساعد حالات کا شکار ہے اسی طرح ایک اور اباضی عالم کے توبہ تائب ہو جانے پر اسے اتنا تنگ کیا گیا کہ وہ زندہ درگور ہو گیا جبکہ سعودی عرب کے ایک عالمِ دین کی گرفتاری کے لیے صرف اس بناء پر وارنٹ گرفتاری جاری کر دیا گیا کہ اُنھوں نے اپنے ایک دوست پاکستانی عالم کو اپنے گھر پر ٹھہرا لیا تھا تاہم یہ سعودی عالم سن گن مل جانے پر فوری طور پر عمان سے بذریعہ گاڑی نکل جانے میں کامیاب ہو گئے مگر اب ان کے اہلِ خانہ کو بدترین صورتِ حال کا سامنا ہے۔

(جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی امور

(1) مسجد حامد کی تکمیل

(2) طلباء کے لئے دار الاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(3) کتب خانہ اور کتابیں

(4) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

(ادارہ)

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

ایک انصاری صحابیؓ کا جذبۂ عقیدت

حضرت ابو سائب مولیٰ ہشام بن زہرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"مَیں ایک دفعہ حضرت ابو سعید خدریؓ کے گھر گیا تو آپ نماز پڑھ رہے تھے مَیں آپ کے نماز سے فارغ ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں مَیں نے ایک چارپائی کے نیچے جو مکان کے ایک گوشہ میں بچھی ہوئی تھی کسی چیز کی سرسراہٹ سُنی، دیکھا تو سانپ ہے، مَیں اسے مارنے کے لیے اُٹھا تو حضرت ابو سعیدؓ نے اُنگلی کے اشارہ سے منع فرمایا۔ مَیں رُک گیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے گھر کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: تم نے اس کمرے کو دیکھا ہے ؟ مَیں نے کہا جی ہاں۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ اس کمرے میں ہمارے گھرانے کا ایک نوجوان جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی رہا کرتا تھا ہم لوگ مع اس نوجوان کے غزوۂ خندق کے سلسلہ میں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ یہ نوجوان نصف النہار (دوپہر) کے وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اجازت لے کر گھر آجاتا اور پھر لوٹ جاتا۔ ایک دن اِس نے جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا جب جایا کرو تو اپنے ہتھیار اپنے ساتھ لے جایا کرو، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں بنی قریظہ تمہیں زک

نہ پہنچا دیں۔

چنانچہ اس نے اپنا نیزہ اپنے ساتھ لے لیا جب وہ گھر پہنچا تو بیوی کو دیکھا کہ وہ (بے حجاب) دروازے پر کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر اُس کو غیرت آئی اور اور بیوی کو مارنے کے لیے اپنا نیزہ سیدھا کر لیا۔ اُس نے کہا کہ ہاتھ تھام لو اور ذرا گھر میں چل کر دیکھو کہ کیا معاملہ ہے اور میں کس وجہ سے گھر سے باہر کھڑی ہوں"۔

چنانچہ جب وہ اندر گیا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ کُنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہوا ہے۔ نوجوان نے اِس سانپ کو نیزہ میں بیندھ کر گھر میں نیزہ کھڑا کر دیا۔ سانپ نے تڑپ کر اس نوجوان کو کاٹ لیا۔ نوجوان فوراً مُردہ ہو کر زمین پر گر پڑا ساتھ ہی سانپ بھی مر گیا۔ معلوم نہیں کہ پہلے کون مرا؟ سانپ یا نوجوان۔

ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی اطلاع کی اور عرض کیا کہ آپؐ اس نوجوان کے لیئے زندہ ہونے کی دُعا فرما دیجیے آپؐ نے فرمایا تم اپنے رفیق کے لیے مغفرت کی دُعا کرو (گویا آپ اِس کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے) پھر فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جنّات ہیں جو اسلام لے آئے ہیں۔ لہٰذا جب تم کسی سانپ کو گھر میں دیکھو تو مارنے سے پہلے تین دن تک اس کو تنبیہ کرو اور اگر اس کے بعد وہ تمہارے سامنے آئے تو مار ڈالو کیونکہ یقیناً پھر وہ شیطان (جن) ہے"۔[1]

بیٹا مارا گیا تو کیا حیا بھی کھو دوں؟

"ایک انصاری خاتون اُمِّ خلّاد رضی اللہ عنہا چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے

---

[1] مؤطا امام مالک ص۷۲۹ مسلم ج ۲ ص۲۳۵

بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اپنے فرزند کے حالات دریافت کرنے لگیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوکر وہیں شہید ہوگیا تھا۔ حاضرینِ مجلس میں سے کوئی صاحب کہنے لگے کہ تمہارا بیٹا قتل ہوگیا ہے تعجب ہے ایسی مصیبت کے وقت بھی تمہیں نقاب اور پردہ پوشی کی سوجھ رہی ہے؟ اُمّ خلّادؓ بولیں کہ: اگر میں اپنا بیٹا کھو چکی ہوں تو کیا اَب شرم و حیا سے بھی عاری ہوجاؤں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا، اُمّ خلّادؓ نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ فرمایا: اُسے اہلِ کتاب (یہودیوں) نے قتل کیا ہے۔"[1]

ان دونوں واقعات میں اُن خواتین و حضرات کے لیے مقامِ عبرت ہے جو آزادیٔ نسواں اور بے حجابی کے دلدادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں بہنوں اور بچیوں کو اپنے اسلاف جیسی شرم و حیا اور غیرت نصیب فرمائے اور پردہ کی توفیق دے۔ (آمین)

ایک اہم رہنما اُصول

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض بڑی شخصیات جن کا علم و عمل تقوٰی و طہارت مُسلَّم ہوتا ہے اُن سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو اُن پر اعتراض کا موجب ہوتے ہیں۔ اَب اگر اُن کے علم و عمل تقوٰی و طہارت کو دیکھا جائے تو اعتراض عجیب لگتا ہے لیکن اگر اُن کے اِن افعال کو دیکھا جائے جو اُن سے صادر ہو رہے ہیں تو خواہ مخواہ اعتراض پیدا ہوتا ہے ایسی صُورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ آیا ہم خاموش رہیں یا اعتراض کریں اس سلسلہ میں محدثِ کبیر حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ (م: ۷۴۸ھ) نے ایک اہم رہنما اُصول ذکر فرمایا ہے جو اس گتھی کو سلجھانے کے لیے بہترین ضابطہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں

"ثم ان الکبیر من ائمة　　پیشوایانِ علم (اور دینی مقتداؤں) میں سے کسی بڑے

---

[1] ابو داؤد شریف عربی ج ۱ ص ۳۳۷ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

العلم اذا کثر صوابہ و علم تحریہ للحق واتسع علمہ وظہر ذکاؤہ و عرف صلاحہ و ورعہ و اتباعہ یغفر زللہ ، ولا نضللہ و نطرحہ ، و ننسی محاسنہ ، نعم ولا نقتدی بہ فی بدعتہ و خطئہ و نرجوالہ التوبۃ من ذالک"[1]	پیشوا کی جب اکثر باتیں صواب و درست ہوں اور اس کا حق کی جستجو کرنا معلوم ہو، اس کا علم وسیع اور اس کی ذکاوت و ذہانت ظاہر ہو، اس کا صالح ہونا پرہیزگار ہونا اور متبع سُنّت ہونا معروف ہو تو اس کی لغزشات سے عند اللہ درگزر کر لیا جائے گا، ہم اُس کی لغزشات کی بناء پر نہ اُسے گمراہ قرار دیں نہ اُسے پسِ پشت ڈالیں نہ اُس کی خوبیوں کو فراموش کریں۔ البتہ ہمیں چاہیے کہ ہم اُس کی بدعات اور خطاؤں میں اقتداء نہ کریں۔ اللہ کے حضور میں اس کے لیے اِن باتوں سے توبہ کر لینے کی توقع رکھیں۔

علّامہ ذہبیؒ کے ذکر کردہ اس ضابطہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ مذکورہ اوصاف سے متصف کسی بڑی شخصیت کی خطاء و زَلَل کو دیکھ کر اُس پر فتوے لگانے کے بجائے خاموش رہنا بہتر ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اِن اُمور میں اُس کی اقتداء اور پیروی ہرگز نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُمُ الْمَوْتُ

مندرجہ بالا عنوان سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۸ کا ایک ٹکڑا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمہیں آپکڑے گی"۔ اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ (م: ۷۷۴ھ) نے ایک عبرت انگیز واقعہ لکھا ہے جی چاہا کہ قارئین کے سامنے پیش کیا جائے۔

علّامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج صہ ۲۷۱

"ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں (مفسّرِ قرآن) حضرت مجاہدؒ کی زبانی ایک طویل واقعہ ذکر کیا ہے، حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اگلے زمانہ میں ایک حاملہ عورت تھی جب اسے ولادت کے قریب درد ہونے لگے تو اُس نے اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ لے آؤ، وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہُوا ہے اور پُوچھ رہا ہے کہ کیا ہُوا (لڑکا یا لڑکی؟) ملازم نے کہا کہ لڑکی ہُوئی ہے، اس شخص نے کہا کہ سُن یہ (نومولود) لڑکی سو آدمیوں سے زنا کرائے گی پھر اس کی ماں کے ہاں اَب جو ملازم ہے اسی سے اُس کا نکاح ہوگا، اور ایک مکڑی اس کی موت کا باعث بنے گی، یہ ملازم یہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ایک تیز چُھری لے کر اُس لڑکی کا پیٹ چیر ڈالا اور اُسے مُردہ سمجھ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ لڑکی کی ماں نے یہ حال دیکھ کر بچّی کے پیٹ میں ٹانکے لگائے اور علاج معالجہ شروع کیا جس سے اس کا زخم بھر گیا اور وہ بالغ ہو کر جوان ہو گئی اور اپنے شہر کی حسین ترین لڑکیوں میں شمار ہونے لگی، اُدھر وہ ملازم سمندر کے راستے کہیں چلا گیا، کام کاج شروع کیا اور بہت دولت اکٹھی کی، مدّت بعد پھر اپنے اسی شہر میں واپس آگیا، ایک بڑھیا عورت کو بلا کر کہا کہ مَیں شادی کرنا چاہتا ہوں شہر میں جو حسین و خُوب صُورت لڑکی ہو اس سے میرا نکاح کرا دو، بڑھیا بولی شہر بھر میں فلاں لڑکی سے زیادہ حسین و جمیل کوئی لڑکی نہیں ہے، اُس نے کہا کہ اسی کے یہاں پیغام لے جاؤ۔ بڑھیا وہاں گئی پیغامِ نکاح دیا جو فوراً ہی منظور ہو گیا، (نکاح بھی ہو گیا اور وہ رُخصت ہو کر اُس کے گھر آگئی) یہ شخص جب اُس لڑکی کے پاس گیا تو وہ اُسے بہت ہی زیادہ اچھی لگی ایک دن اُس لڑکی نے اِس شخص سے پُوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں اور یہاں کیسے آگئے؟ وغیرہ وغیرہ اس شخص نے اپنا تمام ماجرا بیان کر دیا کہ مَیں یہاں ایک عورت کے ہاں ملازم تھا وہاں سے اُس لڑکی کے ساتھ یہ حرکت کر کے بھاگ گیا تھا اب اتنے

برسوں کے بعد یہاں آیا ہوں اس لڑکی نے کہا جس بچی کا پیٹ چیر کر تم بھاگے تھے وہ میں ہی ہوں یہ کہہ کر اُس نے اپنے زخم کا نشان بھی دکھلایا۔ اُسے یقین آگیا اس شخص نے کہا کہ اگر تو واقعی وہی ہے تو دیکھ مجھے تیرے متعلق دو باتوں کی خبر دی گئی ہے جن کا پیش آنا لازمی ہے ایک تو یہ کہ تو سو آدمیوں سے زنا کرائے گی ، وہ بولی کہ ٹھیک ہے یہ کام تو مجھ سے ہوا ہے ، لیکن تعداد معلوم نہیں اس نے کہا کہ وہ سو ہیں دوسری بات یہ ہے کہ تیری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی ، خیر مجھے چونکہ تجھ سے محبت بہت زیادہ ہے اس لیے میں تیرے لیے ایک بلند و بالا پختہ اور اعلیٰ محل تعمیر کروا دیتا ہوں اسی میں تو رہ تاکہ وہاں تک ایسے کیڑے مکوڑے پہنچ ہی نہ سکیں ، چنانچہ محل تیار ہوا اور وہ اُس میں رہنے لگی۔ ایک مدت کے بعد ایسا ہوا کہ ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے تھے کہ اچانک چھت پر ایک مکڑی دکھائی دی اسے دیکھتے ہی اس شخص نے کہا کہ دیکھو آج یہاں مکڑی دکھائی دے رہی ہے ، عورت بولی اچھا یہی ہے جس سے آپ کو میری جان کا خطرہ ہے ، اسے تو میں ہی ماروں گی ، اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ غلاموں نے چھت سے مکڑی پکڑی اور حاضر کر دی اس لڑکی نے مکڑی کو زمین پر رکھ کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے اُسے مسل دیا اس کی جان نکل گئی اس مکڑی میں سے پیپ جو نکلا اُس کا ایک آدھ قطرہ اُڑ کر اُس کے انگوٹھے کے ناخن کے گوشت کے درمیان پڑا اس کا زہر چڑھا پیر سیاہ پڑ گیا۔ اور اُسی میں آخر مر گئی۔"[1]

---

[1] تفسیر القرآن العظیم للامام ابن الکثیر ج ۱ ص ۵۲۶ تحت قولہ تعالیٰ اینما تکونوا یدرککم الموت

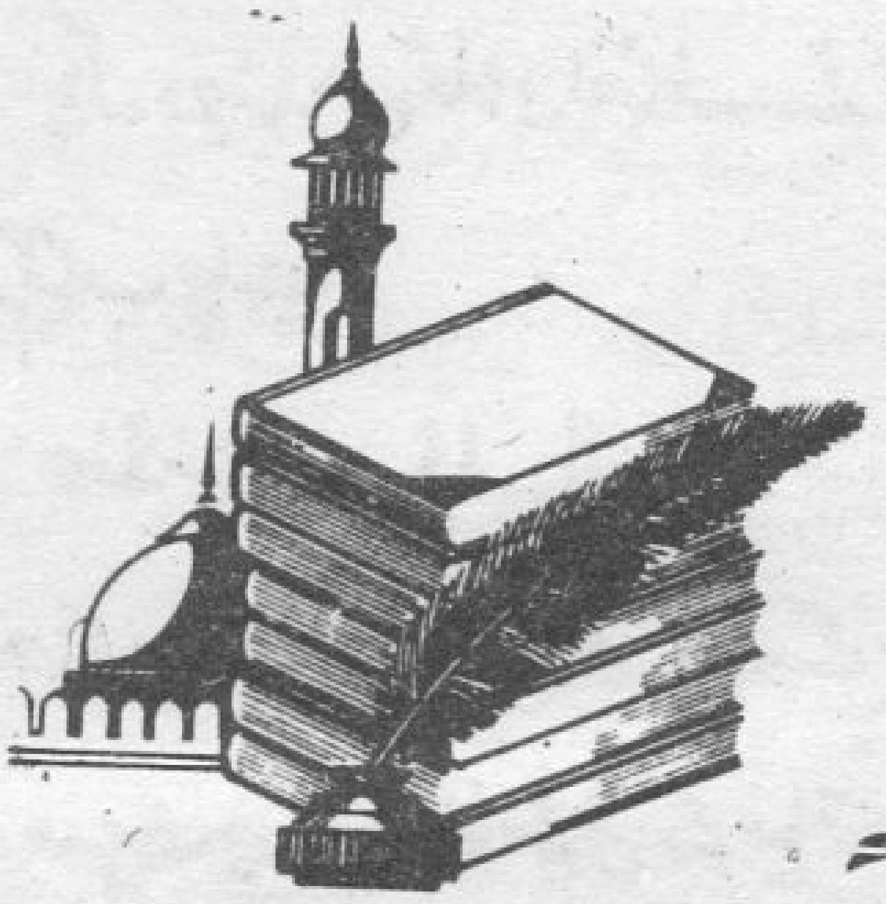

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری (عربی ٢٤ جلد)

تصنیف : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ــــــ رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب : تلامذہ حضرت شیخ الحدیث رح

صفحات : ١٨١٦

سائز : ٢٠×٣٠/٨

ناشر : موسستۃ الخلیل الاسلامیہ فیصل آباد

قیمت : درج نہیں

کُتبِ حدیث میں "بخاری شریف" کا جو مرتبہ و مقام ہے وہ کسی بھی علمِ حدیث سے تعلّق رکھنے والے شخص پر مخفی نہیں۔ امام بخاری رح نے یہ کتاب چھ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے سولہ سال کے عرصہ میں تصنیف فرمائی تھی، آپ کو اس کی تصنیف کے دوران اس بات کا اہتمام رہا کہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے آپ غُسل کرتے، دو رکعت نماز نفل پڑھتے پھر کتاب میں حدیث درج فرماتے۔

امام بخاری رح نے اس کتاب کے تراجمِ ابواب کی تبییض "ریاض الجنۃ" میں روضۂ اقدس اور منبرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے درمیان بیٹھ کر کی۔ جب کتاب مکمّل ہو گئی تو اُسے اپنے اور اللہ کے درمیان حجت بنایا۔

آپ کے اساتذہ نے اس کتاب کو دیکھا تو پسند فرمایا اور اُمّت نے قبولیّت کے ہاتھوں لیا۔

یہ کتاب ہر دَور میں اکابر عُلماء کی توجّہ کا مرکز رہی اور اس پر عُلماء نے اتنا کام کیا کہ شاید اتنا کام کسی دوسری کتاب پر نہ کیا ہو۔

پاک و ہند میں عُلماءِ احناف نے بخاری شریف پر جو کام کیا ہے صرف اُسی کے تذکرہ کے لیے ایک ضخیم کتاب چاہیے۔

ہندوستان میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۳/۱۹۰۵) گنگوہ شریف میں دورۂ حدیث پڑھاتے تھے۔ آپ کے یہاں کا دورۂ حدیث اپنی خصوصیات کی وجہ سے معروف تھا۔ آخری دورۂ حدیث میں دیگر عُلماءِ فحول کے ساتھ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رح بھی شریک ہوئے اور آپ نے حضرت گنگوہی رح کے درسی افادات کو قلمبند کیا۔ یہ درسی افادات آپ کے خلف الرشید، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے پاس محفوظ تھے جو آپ نے اکابر کے حکم پر اپنی تعلیقات و حواشی کے ساتھ شائع فرمائے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رح نے اپنے والد مرحوم کے مرقومہ درسی افادات کو اپنی تعلیقات و حواشی کے ساتھ شائع کیا تھا تو اُن کا نام "لامع الدراری علی جامع البخاری" رکھا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رح نے تعلیقات و حواشی صرف اُنہیں مقامات پر تحریر فرمائے تھے جن مقامات پر حضرت گنگوہی رح نے کلام فرمایا تھا اِس بناء پر یہ افادات تعلیقات و حواشی کے باوجود بخاری کے حل کے لیے اگرچہ نہایت مفید تھے لیکن یہ مسلسل نہ ہونے کی وجہ سے بخاری کی مکمل شرح نہیں تھے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رح کے تلامذہ نے آپ کی اجازت سے "لامع الدراری" کے تعلیقات و حواشی میں یہ کام کیا کہ تراجمِ ابواب کے حل کے لیے خود حضرت شیخ الحدیث صاحب رح کے لکھے ہوئے افادات اس میں شامل کر دیے باقی جہاں جہاں حلِ بخاری کے لیے ضرورت پیش آئی وہاں حضرت شیخ الحدیث صاحب رح کے درسی افادات جو اُردو میں تھے اُن کو عربی کا جامہ پہنا کر اس ضرورت کو پورا کر دیا۔ اس طرح اَب یہ افادات بخاری شریف کی ایک بہترین اور مکمل شرح بن گئے۔

مرتبین نے جو اضافات کیے ہیں اُن کا نام "الکنز المتواری علی معادنِ لامع الداری" رکھا ہے یہی اضافات کتابی شکل میں اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہیں ابھی تک الکنز المتواری کی چار جلدیں شائع ہوئی ہیں جن میں سے پہلی جلد تو صرف مقدمہ پر مشتمل ہے جس میں فنِ حدیث اور اس کے متعلقات سے بحث کی گئی ہے دوسری جلد میں کتاب الایمان سے لے کر کتاب العلم تک تیسری جلد میں کتاب الوضوء سے لے کر کتاب التیمم تک اور چوتھی جلد میں کتاب الصلوٰۃ تک کے مباحث مذکور ہیں۔

کتاب کا طرز نہایت عمدہ ہے سب سے اُوپر جلی قلم بخاری شریف کا متن ہے جو نہایت عمدہ کمپوز

کیا گیا ہے عبارت پر مسلسل اعراب لگائے گئے ہیں، بخاری کے متن کے نیچے ممتاز کر کے "لامع الداری" کا متن دیا گیا ہے اور اس کے نیچے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے تعلیقاتُ حواشی ہیں جن میں "الکنز المتواری" شامل ہیں۔ مرتّبین قابلِ ستائش ہیں کہ وہ یہ کام واقعتاً محنت اور لگن کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی محنت کو قبول فرمائے اور کتاب کی تتمیم کی توفیق عنایت فرمائے۔ یہ کتاب اپنی باطنی خُوبیوں کے ساتھ ساتھ معنوی خُوبیوں سے بھی آراستہ ہے۔ کتابت وطباعت نہایت عمدہ ہے۔ خُوب صُورت ڈائی دار جلد ہے۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب ہر مدرسہ میں ہونی چاہیے۔

○

نام کتاب : فضائلُ لیلۃ النصف من شعبان (عربی)

تالیف : مولانا عبدالحفیظ مکّی

صفحات : ۲۸

ناشر : موسستہ الخلیل الاسلامیۃ فیصل آباد

قیمت : درج نہیں

آج کل شبِ براءت کے بارے میں انتہائی افراط و تفریط سے کام لیا جا رہا ہے۔ مصنّف نے اس رسالہ میں اعتدال کے ساتھ شبِ براءت سے متعلق کلام کیا ہے اور اُن احادیث و آثار کو جو اس شب فضیلت و اہمیّت سے متعلّق وارد ہُوئے ہیں سلیقہ کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ رسالہ اپنے موضوع پر عمدہ کاوش ہے اگر اس کا اُردو میں ترجمہ کر دیا جائے تو اس کا فائدہ متعدی ہو جائے۔

بقیہ: کفایت المفتی کے مرتبِ جامع

بادشاہ تمنّا کرتے کرتے پیوند خاک ہو گئے، یعنی مھندیوں کا قبرستان آپ کی آرام گاہ بنا جہاں شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ان کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ اُن کے نامور فرزند شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی، شاہ عبدالقادر محدّث دہلویؒ، شاہ رفیع الدّین محدّث دہلویؒ جیسی نامور بحرالعلوم ہستیاں، مجاہد ملّت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ اور خدا جانے کتنی ہستیاں آسودۂ رحمت ہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

توجہ فرمائیں

انشاء اللہ جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور میں اس سال ۱۰ شوال المکرّم سے درسِ نظامی کے مندرجہ ذیل شعبوں میں داخلہ ہوگا۔

(۱) درجہ موقوف علیہ (عالیہ سالِ اوّل)

(۲) متوسطہ (مڈل) سالِ اوّل

(۳) تجوید (روایتِ حفصؒ)

طالبانِ علم وقتِ مقررہ پر جامعہ مدنیہ جدید پہنچ جائیں۔
اوقاتِ داخلہ صبح ۹ بجے سے نمازِ ظہر تک ہونگے۔

نوٹ: موسم کے مطابق اپنا سامان و بستر ہمراہ لائیں۔

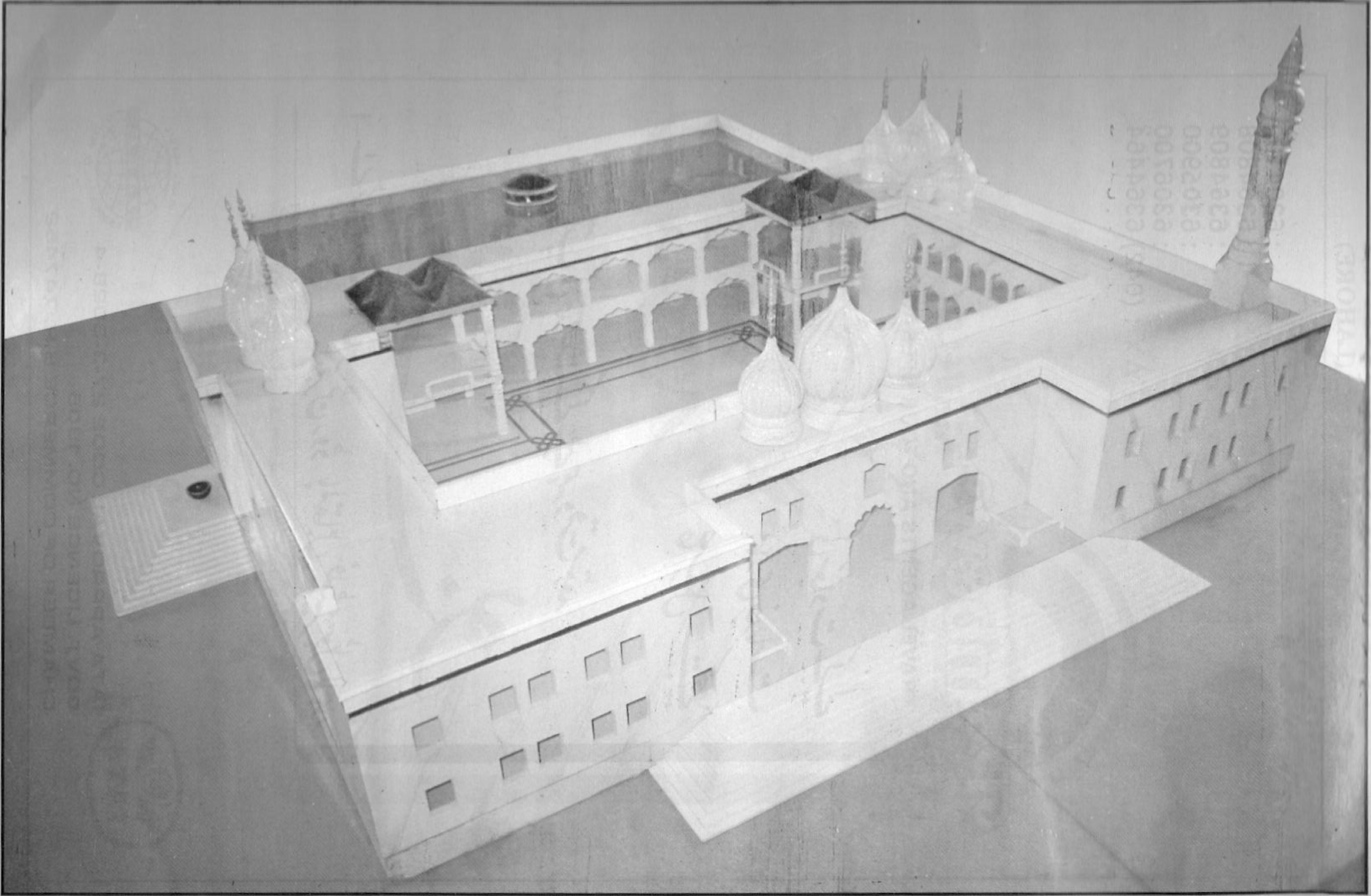

زیرِ تعمیر مسجد حامد کا خوبصورت منظر مرکزی دروازہ، خوبصورت مینارہ، فائبر گلاس کا گنبد اور دیگر گنبد تیار کردہ: مولانا سیّد مسعود میاں صاحب